ماہنامہ / مجلہ

الحقیقہ

پاکستان

جلد 10 — جون 2010 — رجب المرجب ۱۴۳۱ھ — شمارہ 9

کروں تیرے نام پہ جاں فدا صلی اللہ علیہ وسلم

(اداریہ)

عقائدِ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

فضائل و مقامات

مقاماتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اتحادِ ملت کی ضرورت و صورت

نعت رسول مقبول ﷺ

رُخ روشن مجھے سرکار دکھایا ہوتا ☆ مجھ سیاہ کار کا بھی بخت جگایا ہوتا
مجھ کو ہر شے میں نظر آتی تجلی تیری ☆ میری آنکھوں سے بھی پردہ جو اٹھایا ہوتا
تیرے در سے بھی جو پھرنا تھا کسی کو خالی ☆ پھر تجھے رحمت عالم نہ بنایا ہوتا
پھر کوئی حسرت و ارمان نہ رہتا باقی ☆ گنبد خضرا جو آنکھوں میں سمایا ہوتا
کیا ملا عقل کی شوریدہ سری سے مجھ کو ☆ میں بھی تو خاک رہ عشق، خدایا ہوتا
کاش ناموس رسالت پہ میں جاں دے دیتا ☆ خود کو یوں موت کے پنجے سے چھڑایا ہوتا
ایک ہلکا سا تبسم بھی مجھے کافی تھا ☆ یہ شرف میرے بھی حصے میں تو آیا ہوتا
پھر مجھے موت کا کھٹکا نہ ذرا بھی رہتا ☆ بادِ دامن سے اگر مجھ کو جلایا ہوتا
تیری نظروں سے جو لیتے تھے بلال اور خبیب ☆ کچھ نہ کچھ مجھ کو بھی وہ راز سکھایا ہوتا
دل کی ظلمات کا درماں نہ تھا میرے بس میں ☆ آقا اس میں بھی دیا کوئی جلایا ہوتا
کاش دربار رسالت میں یوں آتا آسیؔ ☆ نقش لاثانی کا ظاہر میں بھی سایہ ہوتا

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه — اداریه

کروں تیرے نام پہ جاں فدا

سعید آسوی کے قلم سے

قصرِ تاریخ کے شکستہ حصوں میں راجپال، شردھانند، پالامل، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، نتھورام اور ان جیسے دوسرے بھوت پریت ہونکتے بھونکتے دکھائی دیتے ہیں۔اس مخلوق کا سلسلۂ نسب " حَمَّالَةَ الحَطَب " اور " بَعدَ ذٰلِکَ زَنِیم " کے کھنڈرات میں ملتا ہے۔ اس نسل کی لٹکتی ہوئی زبانوں اور پھیلے ہوئے ہونٹوں کا انقطاع تاریخ کے ہر دور کی اہم ضرورت رہی ہے۔تاریخ کے ہر عہد اور قصرِ تاریخ کے ہر حصے کی یہ اہم ضرورت، وقت پر متصرف کسی شخص نے پوری کر دکھائی۔

☆...... راجپال نے توہینِ رسالت کی تو ملت اسلامیہ کا شیر غازی علم الدین شہید اس پر جھپٹا اور چیر پھاڑ کے رکھ دیا۔

☆...... نتھورام نے ہذیان بکا تو غازی عبدالقیوم نے اسے ابوجہل وابولہب کے پاس پہنچا دیا۔

☆...... سوامی شردھانند نے دریدہ دہنی کی تو غازی عبدالرشید نے اسے جہنم واصل کر دیا۔

☆...... کھیم چند، گنبدِ خضرا کی طرف منہ کر کے بھونکا تو غازی منظور حسین نے اس جہنمی کتے کو اس کے دیس پہنچا دیا۔

☆...... پالامل نے اپنا متعفن منہ کھولا تو غازی محمد صدیق نے اسے موت کا رقص کرایا۔

☆...... چرن داس نے جب اپنے غلیظ منہ سے غلاظت اگلی تو غازی میاں محمد نے اس کے وجود کو ادھیڑ دیا۔

☆...... چنچل سنگھ جب قصرِ نبوت کی طرف پھنکارا تو غازی عبداللہ نے ایک ہی وار میں اسے ہاویہ میں پٹخ دیا۔

☆...... رام گوپال نے زہر اگلا تو غازی مرید حسین اس پر رعد بن کے کڑکا اور نارِ جہنم میں پھینک دیا۔

المختصر! جب بھی ایسا موقع آیا، گویا جوانمردی و جاں سپاری کا سورج بامِ قصر پر چمکا اور غیرت وحمیت اور عشق ومحبت کی ایک نئی داستان رقم ہوگئی۔غیرت وحمیت کا یہ سبق عشاقانِ مصطفیٰ نے کہاں سے پڑھا اور شاتمانِ رسول کی سرکوبی کے لئے مستعد رہنے کا یہ انداز

کہاں سے سیکھا، کم پڑھا لکھا بھی آگاہ ہے کہ عہد نبوی اور پھر دورِ صحابہ سے لے کر آج تک ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور اسی کے پیش نظر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا ہے کہ قرآن وحدیث کے مطابق محبوب کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا آخرت کے سخت ترین عذاب کے علاوہ اس دنیا میں بھی گردن زنی ہے۔

☆...... چنانچہ نبی مکرم ﷺ جنہوں نے اپنے چچا اور قریبی رشتہ داروں کے قاتلوں کے علاوہ فتح مکہ کے موقع پر بدترین دشمنوں کو بھی معاف کر دیا تھا، آپ ﷺ نے ان بدبختوں کے بارے میں جو نظم ونثر میں آپ ﷺ کی ہجو اور گستاخی کیا کرتے تھے، فرمایا تھا کہ اگر وہ کعبے کے پردوں سے چمٹے ہوئے بھی ملیں تو بھی انہیں جہنم واصل کیا جائے۔

☆...... ابنِ خطل ایک ملعون تھا جو گستاخانہ شعر کہتا اور اس کی دو لونڈیاں یہ شعر گا گا کر سناتیں، فتح مکہ کے دن وہ حرم کعبہ میں پناہ گزیں ہو گیا۔ صحابیِ رسول حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہیں اسے واصل جہنم کر دیا۔ غزوات اور جنگوں میں آپ ﷺ کا حکم تھا کہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے لیکن توہین رسالت اسلامی شریعت میں اتنا سنگین جرم ہے کہ اس کی مرتکب عورت بھی قابلِ معافی نہیں۔ چنانچہ ابنِ خطل کی مذکورہ لونڈیوں کے علاوہ دو اور بھی اس جرم کی پاداش میں نارِ جہنم کے سپرد ہوئیں۔

☆...... مدینہ شریف کے ایک نابینا صحابی کی لونڈی جس سے ان کے دو خوبصورت بیٹے بھی تھے، نازیبا الفاظ بکا کرتی تھی۔ وہ صحابی منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک شب جب کہ وہ ہذیان بک رہی تھی، انہوں نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ معاملہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا، لوگو! گواہ رہنا، اس خون کا کوئی تاوان یا بدلہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیار سے اس صحابی کے بارے میں کہا کہ دیکھو اس نابینا نے کتنا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے نابینا نہ کہو کیونکہ اس کی بصیرت وغیرت ایمانی زندہ وتابندہ ہے۔

☆...... ایک گستاخ ملعونہ اسماء بنت مروان کو اس کے اپنے ایک رشتہ دار غیرت مند صحابی عمیر بن عدی نے قتل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا، لوگو! اگر تم کسی ایسے شخص کی زیارت کرنا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت وامداد کرنے والا ہے تو میرے اس جانثار کو دیکھ لو۔ اس صحابی کو اس کے قبیلے کے بعض سرکردہ افراد نے پوچھا کہ آپ نے اسے قتل کیا ہے؟ تو آپ نے بلا تامل وبلا جھجک کہا، ہاں! اور اگر تم سب گستاخی کا وہ جرم کرو جو اس نے کیا ہے تو تم سب کو بھی قتل کر دوں گا۔

☆...... ایک شاتمِ رسول یہودی ابو رافع کو اس کی بدگوئی کی سزا دینے کے لئے رسولِ اکرم ﷺ نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ایک گروہ بھیجا۔ ابو رافع ایک محفوظ قلعے میں رہتا تھا، مگر حضرت عبداللہ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اس کو قتل کیا، جب مڑے تو سیڑھی سے گر کر ٹانگ تڑوا بیٹھے۔ مگر قلعہ کے اندر جا کر اس کی موت کی تصدیق کرنے کے بعد اپنے عمامہ سے باندھ کر انتہائی تکلیف کے عالم میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر ان کی ٹوٹی ٹانگ پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسے درست ہو گئی گویا کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔ (بخاری شریف)

☆...... ابوعفک اور کعب بن اشرف دواور بد بخت یہودی تھے جو مسلسل نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ عرش پناہ میں گستاخیوں کے مرتکب ہو رہے تھے۔ سالم بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوعفک کو اور محمد بن مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی اجازت سے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

جب یہودیوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اس نے جو تکلیف دہ گستاخیاں کیں، اگر تم میں سے کوئی کرے گا تو اس کی بھی یہی سزا ہوگی۔

یادر ہے کہ نبی اکرم نورِ مجسم ﷺ کا شاتمانِ رسول کو عبرتناک انجام سے دوچار کرنا کسی قسم کی ذاتی انتقام پسندی کے سبب نہ تھا، حضور ﷺ اس قسم کی باتوں سے پاک تھے اور اس ضمن میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر اصحابِ رسول کی شہادتیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی سے اپنی ذاتِ اقدس کے لئے انتقام نہیں لیا۔ آپ ﷺ کا یہ فعل مبارک اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا، یعنی اللہ کریم کو اپنے محبوبِ عظیم ﷺ کی عظمت و توقیر گھٹانے کی سعی لاحاصل کرنے والا نہایت مکروہ و منحوس لگتا ہے۔ چنانچہ اپنے محبوب کے ذریعے ان کی گوشمالی کروا کے امت کو ناموس مصطفیٰ ﷺ کیلئے کٹ مرنے کا درس بھی دے دیا۔ پھر حضور ﷺ چونکہ ہر زمانے کے مسلمان معاشرے کا مرکز و محور ہیں، اس لئے جو زبان آپ ﷺ پر طعن کے لئے کھلتی ہے، اگر اسے کاٹا نہ جائے اور جو ہاتھ آپ ﷺ کی گستاخی کیلئے اٹھتا ہے اگر اسے توڑا نہ جائے تو اسلامی معاشرہ فسادِ اعتقادی و عملی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نعوذ باللہ نازیبا الفاظ کہنے والا پوری امت کو گالی دے رہا ہوتا ہے، لہٰذا اس کی زبان کھینچنا در اصل شجرِ ایمان کی جڑ کو سلامت رکھنا ہے۔

خنزیروں سے تھوتھنی ملا کر ان کا منہ چاٹنے والے، لحمِ خنزیر کھانے اور ام الخبائث پینے والے انگریز جس دریدہ ذہنی اور قلمی ہیضے کا مظاہرہ اب کر رہے ہیں، وہ سابقہ تمام حدیں پار کر چکا ہے۔ حضور امام الانبیاء ﷺ کی شانِ اقدس میں مسلسل کی جانے والی گستاخیوں نے صلیبی صیہونی مغرب کے چہرے کے بچے کھچے نقاب بھی نوچ ڈالے ہیں۔ ڈنمارک، ناروے، سویڈن، جرمنی، ہالینڈ، جنوبی افریقہ وغیرہ نے شتمِ رسول کی تحریک چلادی۔ نبی کریم ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کئے، ناموسِ رسالت پر کتے بھونکنے لگے مگر وہ مسلمان جن کی آنکھ میں خاکِ مدینہ کا سرمہ تھا، شیروں کی طرح ان کتوں پر پل پڑے اور دنیا بھر میں جہاں بھی گستاخ ملکوں کے مفادات یا ان ملعون حرکات کے مرتکب افراد نظر آئے حملہ آور ہونے کی کوششیں شروع ہوگئیں۔ احتجاجی تحاریک نے ان ممالک کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا اقتصادی نقصان بھی خاصا پہنچایا گیا۔

جرمنی کے جس شیطان زادے نے توہین انگیز کارٹون بنائے، اس کے دفتر میں ایک غیرت مند جوانِ رعنا عبدالرحمٰن عامر چیمہ جا پہنچا اور تیز دھار چاقو کے ساتھ کیفرِ کردار تک پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر پولیس نے قابو کر لیا اور ایک الگ تھلگ کمرے میں بند کر کے بدترین جبر و تشدد کا ارتکاب کیا۔ اس حال میں بھی جب کہ اس کے ہاتھوں میں بھاری بیڑیاں تھیں، ایک پولیس آفیسر نے توہینِ رسالت کا ملعون طوق اپنے گلے میں ڈالا تو عامر چیمہ اس وقت اور تو کچھ نہیں کر سکتا تھا، البتہ اس کے منہ پر تھوک کر اپنے جذباتِ عشق کی عکاسی کر دی اور ثابت کر دیا کہ ظلم و ستم کی انتہا بھی عشق کی آگ کو بجھا نہیں سکتی۔ 20۔ مارچ کو عامر چیمہ کو گرفتار کیا گیا اور 4 مئی کو جرمن پولیس کے

بدترین تشدد کی بنا پر شہید ہو گیا۔

اس قصور میں شانوں سے سر اترتے رہے　　　وہ کیسے لوگ تھے جو پھر بھی عشق کرتے رہے

اب سنیں، اس مردود و لعین ڈنمارک کے اولین شاتمِ رسول کا انجام، جس نے اخبار میں سب سے پہلے خاکے شائع کئے۔

4۔جولائی 2007ء 'نوائے وقت' کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں

"اسلام آباد (آن لائن) ڈنمارک میں حضور اکرم ﷺ کے توہین آمیز کارٹون جاری کرنے والا شخص اپنے پورے خاندان کے ساتھ جل مرا۔ایک غیر ملکی جریدے کی رپورٹ کے مطابق ڈنمارک میں حضورِ اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا شخص اپنے پورے خاندان کے ساتھ گھر میں آگ لگنے سے مر گیا تاہم ڈینش حکومت نے اس خبر کو مکمل طور پر صیغۂ راز میں رکھا اور ملکی میڈیا سمیت متعلقہ حکام کو بھی ہدایت کی گئی کہ وہ خبر شائع نہ کریں۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے اس واقعے کے بعد متعدد مومنوں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ امت مسلمہ کفار کی سازشوں کے خلاف متحد ہو جائے اور باہمی اختلافات کو ختم کرے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ پیغام جب موصول ہو تو اس کو ہر مسلمان تک پہنچایا جائے۔"

یورپ کے لعینوں نے ہمارے پیارے آقا و مولا ﷺ کی شانِ باکمال کا (نعوذ باللہ) مذاق اڑاتے ہوئے جو خاکے اخبارات میں شائع کرنے کی ناپاک جسارت کی تھی، ابھی امتِ مسلمہ کے دل اس سے دکھی تھے اور قلب و روح پہ لگے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ انہوں نے امت مسلمہ کا آخری ٹیسٹ لینا چاہا۔اب کی بار ان انسان نما بندروں نے اپنی ویب سائٹ "فیس بک" کے ذریعے گستاخانہ خاکوں کا مقابلہ رکھ کر ایک بار پھر امتِ مسلمہ کے کلیجے کو ہاتھ ڈالنے کی جسارت کی ہے۔یہ چاند پر تھوکنا چاہتے ہیں نتیجتاً ان کے اپنے چہرے بلغم زدہ ہیں۔اس دفعہ شیطانِ اعظم امریکہ کھل کر سامنے آ چکا ہے۔پورا عالم اسلام تڑپ اٹھا ہے اور احتجاج ہو رہا ہے، مذمتی قراردادیں منظور ہو رہی ہیں۔اسلامی حکومتوں سے ان ممالک سے سفارتی و معاشی بائیکاٹ کے تقاضے کئے جا رہے ہیں۔پاکستان میں لاہور ہائیکورٹ نے وزارتِ مواصلات کو ٹھوس اقدامات کرنے اور حکومت سے معاملہ عالمی عدالتِ انصاف میں اٹھانے کا حکم صادر کیا ہے۔یاد رہے کہ آئین کے آرٹیکل (A)2، تعزیراتِ پاکستان کے سیکشن (C)295 اور Prevention of Electronic Crimes Ordinance,2002 کے سیکشن 29,30 حکومتِ پاکستان کو بیرون ممالک میں چلنے والی اس سائٹ کے خلاف ٹھوس کارروائی کا جواز فراہم کرتے ہیں۔البتہ ڈائریکٹر پی ٹی اے مدثر حسین کا موقف نہایت دلآزار تھا کہ "اگر فیس بک کو بند کر دیا جائے تو پاکستان کو معاشی نقصان ہوگا اور پاکستان کا امیج پوری دنیا میں متاثر ہوگا۔کوئی اس نانجار سے پوچھے کہ ناموسِ رسالت کے مقابلے میں 'معاش' کی حیثیت ہی کیا ہے اور حضور ﷺ اور ان کے رب کو ناراض کر کے امریکہ و یورپ کے سامنے جو امیج بنائے گا کیا وہ نہایت مکروہ نہ ہوگا۔اس لئے خدا سے ڈر اور جو اول فول منہ میں آئے مت بک۔

المختصر! امریکہ و یورپ کے جن ناپاک افراد نے اپنے متعفن و غلیظ منہ کھولے ہیں، ہمیشہ کی طرح اب بھی انہیں پتھروں سے بند کر

دیا جائے گا اور جو ہاتھ اس ناپاک فعل سے آلودہ ہوئے ہیں عنقریب وہ اپنے جسم سے جدا ہو جائیں گے۔ یہ اب بھی خائب و خاسر ہی ہوں گے، اور جو بد بودار لوگ غلامانِ مصطفیٰ سے بچ جائیں گے وہ ربِ ذوالجلال کے زیرِ عتاب آ جائیں گے۔ تاریخ گواہ ہے بلکہ خود قرآن گواہ ہے اور حدیث گواہ ہے، یہی عبرتناک انجام ان کا ہوا ہے اور تا قیامت ہوتا رہے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کسے یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ کون ہے جو عامر چیمہ کی طرح امت کی آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ کون ہے جو غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید اور دیگر جانثارانِ مصطفیٰ کی طرح مر کر امر ہو جاتا ہے، فنا کے گھاٹ اتر کر لافانی بن جاتا ہے اور حضور ﷺ کے نام پرمٹ کر انمٹ ہو جاتا ہے۔

یاد رکھیں ملت کی بقا بھی اسی جذبے پر منحصر ہے ؎

نماز اچھی، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی — مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

لوگ بقائے دوام پانے کے لئے خضر کی تلاش میں ہیں جو انہیں چشمۂ حیات تک پہنچا سکے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ آبِ حیات کے دو گھونٹ انہیں حیاتِ جاودانی بخش دیں گے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کے تلووں کا دھوون ہی آبِ حیات ہے۔ اس کا محض ایک قطرہ ہی حیاتِ ابد عطا کر دیتا ہے۔ اور دیکھتے ہیں کہ آبِ حیات کے یہ قطرے کس کا مقدر بنتے ہیں یعنی یہ آبِ حیات وہی پیئے گا جو ناموسِ رسالت پر قربان ہونے کا جذبہ لے کر شاتمانِ رسول کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا، کروڑوں جہاں نہیں

امام مالک علیہ الرحمہ کا یہ قول اس موضوع کا حرفِ آخر ہے کہ

''امت کو زندہ رہنے کا کیا حق ہے، جب اس کے رسول ﷺ کو (معاذ اللہ) گالیاں دی جائیں''

......☆☆......

نوٹ

مئی 2010 الحقیقہ کے رسالے میں مضمون ''**حضور ﷺ کی اصحاب صفہ سے محبت**'' حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ کے نام سے شائع ہوا جو کہ تحریر حافظ محمد سعد اللہ صاحب کی تھی۔
(ادارہ غلطی کا معذرت خواہ ہے)

اتحاد ملت

کی ضرورت و صورت

قسط: 37

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

یہ بات بار بار ہو رہی ہے کہ دور حاضر میں خصوصاً اتحاد ملت اس لئے ضروری ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں اپنے آپس کے اختلافات نظر انداز کر کے معاذ اللہ اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر متفق ہو چکی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے اسلام کا آغاز و تعارف ہوا ہے' شیطان کے چیلے چانٹے اسے برداشت نہیں کر سکے۔ آپ 'توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات' کی ایک قریبی قسط میں یہ مضمون دیکھ چکے ہوں گے کہ غزوہ احزاب سے پہلے خیبر کے یہودی قریش مکہ کے ہاں مشترکہ محاذ مضبوط کرنے کے لئے گئے تو قریش کے پوچھنے پر انھیں خوش کرنے کے لئے یہودیوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مدینہ منورہ کے موحد مسلمانوں سے بت پرست قریش کا دین بہتر ہے (حالانکہ یہ خود بھی 'توحید' کے علمبردار بنے بیٹھے تھے) اور پھر انھوں نے اہل مکہ کے کہنے پر ان کی بے جان و بے شعور پتھر کی مورتیوں کو سجدہ بھی کر دیا۔ آج بھی عیسائیوں اور یہودیوں کے اختلافات تو اسی دور کی طرح ہیں جب یہ ایک دوسرے کو مغلوب کر کے خون کی ندیاں بہایا کرتے تھے اور ان کا مال اسباب لوٹ کر انھیں غلام اور قیدی بنا لیتے تھے۔ آج بھی یہودیوں کا دل حضرت سیدہ مریم علیہا السلام سے صاف نہیں اور آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے اعتقادات و تصورات نہایت گھناؤنے ہیں۔ مگر اسلام دشمنی نے عیسائیوں کے لئے اس بے غیرتی کو ہضم کرنا بھی آسان بنا دیا ہے اور یہ سب مل کر ملت اسلامیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی فکر میں غلطاں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دہریوں اور بت پرستوں کو بھی ساتھ ملا کر اسی ناپاک مقصد کے لئے اپنی شیطانی قوت میں اضافہ کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔

جب دنیا بھر کے کفار اکٹھے ہیں اور ان نقطۂ اتحاد پناہ بخدا صرف اسلام کی تباہی ہے تو ملت اسلامیہ کو بھی اس صورت حال سے نپٹنے کی فکر کرنی چاہئے۔ پھر محرم الحرام کا چاند بھی تو یہی پیغام دیتا ہے کہ محبوب خدا ﷺ کے محبوب نواسے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی اسلام کی عزت و عظمت کیلئے اپنے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ شہید اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ عزیمت واستقامت، شجاعت و بسالت، صبر و رضا کے اسباق اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ لہذا اسلام دشمن قوتوں کی ناپاک سازشوں کے خلاف ہمارا خون بھی کھولنا چاہئے اور ہمیں بھی یزیدانِ عصر سے ڈرنے کے بجائے تن من دھن کی قربانی دے کر اسلام کا دفاع کرنا چاہئے۔ دیکھو نواسہ رسول ﷺ رضی اللہ عنہ نے بیٹوں، بھائیوں، بھانجوں اور بھتیجوں اور دوسرے جان نثاروں کو شہادتگہ الفت پر قربان کر دیا اور آخر میں اپنی جان کا نذرانہ بھی دے دیا۔ اپنے اموال لٹوا لئے اور مخدرات اہل بیت کو اسیر کروا کر شہروں اور بازاروں میں پھرا لیا۔ مگر نظام اسلام کا مذاق اڑانے والوں کی ناپاک مساعی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

اسلام کے لہو سے تری پیاس بجھ گئی !! سیراب کر گیا تجھے خون رگ رسول

کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی آزادی حیات کا یہ سرمدی اصول

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

ہاں محرم الحرام کا پہلا عشرہ یزید و ابن زیاد کے بے پناہ مظالم کے بالمقابل اہل بیت اطہار اور ان کے رفقا رضی اللہ عنہم کی بے مثال قربانیوں کی یاد دلاتا ہے اور حجروں میں بیٹھ کر ذکر نیم شبی کرنے والے صوفیوں کو دعوت جہاد دیتا ہے۔ چنانچہ یہی تھا وہ پس منظر جس میں حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری!

کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ ودلگیری

مگر اس شوئ قسمت کا کیا علاج کہ ملت کا ایک طبقہ تو بغض اہل بیت کی زد میں آ کر ایسا بد بخت ہو چکا ہے کہ اسے یزید تو امیر المومنین دکھائی دیتا ہے، ابن زیاد اور ابن سعد رحم و کرم کے خوشنما پیکر نظر آتے ہیں' اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہ پر پانی بند کرنے والے گویا آسمان سے اترے ہوئے معصوم فرشتے تھے اور شمر وخولی حسنات و برکات کے جامع تھے۔ حق یہ ہے کہ ایسے بدنہاد وشقی القلب اسی یزیدی لشکر کا تتمہ وضمیمہ ہیں اور اگر یہ اس وقت دنیا میں آ چکے ہوتے تو یزیدی لشکر کے ہراول دستے میں ہوتے۔ یہ کربلا کے حالات کو یزید و شمر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور واللہ جس طرح ان کی فطرت مسخ ہو چکی تھی، یہ بھی ممسوخ الفطرت ہیں۔ کاش یہ منحوس لوگ جو زبان وقلم سے قاتلان اہل بیت کی مدح سرائی کرتے ہیں، جلد از جلد دھرتی کو اپنے بوجھ سے خالی کر دیں اور اسی انجام سے دوچار ہوں جس سے ان کا امیر المومنین اینڈ کمپنی دوچار ہوئی۔ ہمیں ان کی بات تو کیا ان کے تصور سے بھی نفرت ہے۔ یہ لوگ شیطان نواز ہیں اور وہی ان کا 'استاذ' ان کا مرشد' ان کا قبلہ و کعبہ اور ان کا محسن و مربی ہے۔ یہ بد بخت وہ ہیں جنھیں خارجی کہا جاتا ہے یعنی دین سے خارج یا صالحیت فکر سے خارج، کیوں نہ ہو میرے خواجہ غریب نواز قدس سرہ نے سچ فرمایا تھا

دین است حسین، دین پناہ است حسین

یعنی دین اور حسین رضی اللہ عنہ کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ گویا یکجان و دو قالب والا معاملہ ہے۔ چنانچہ جو با حسین ہے' وہی با دین ہے اور جو بے حسین ہے، وہ بے دین ہے۔ کیوں نہ ہو جب اسلام کو کہیں پناہ نہیں مل رہی تھی، نواسہ رسول نے ساری متاع حیات اس پر قربان کر کے اسے حیات نو بخش دی۔ سچ فرمایا تھا اسلام کے ایک نڈر ترجمان مولانا حضرت محمد علی جوہر نے

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مگر ایک اور فریق بھی ہے جو اس کے بالکل برعکس ہے، اسے ائمہ اطہار ہی نے 'رافضی' کہا ہے۔ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، مجھ سے حضور رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا

فیک مثل من عیسیٰ ابغضته الیهود حتیٰ بهتو امه و احبته النصاری حتی انزلو ہ بالمنزلة التی لیست له ثم قال یهلک فی رجلا ن محب مقرط یقرظنی بما لیس و فی و مبغض یحمله شنانی علی ان یبهتنی (احمد)

ترجمہ: تمہاری مثال عیسیٰ جیسی ہے کہ یہود نے ان سے عداوت رکھی، یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر بھی بہتان جڑ دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت رکھی' یہاں تک کہ اس مقام پر اتار لائے جو ان کا حق نہیں۔ پھر (حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ نے) فرمایا' میرے متعلق دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ محبت میں افراط کرنے والا کہ ایسی باتیں کہے گا جو مجھ میں نہیں ہیں۔ دوسرا عداوت رکھنے والا جس کو دشمنی ابھارے گی کہ مجھ پر بہتان جڑے۔

نهج البلاغة میں آپ کا ارشاد یوں ہے

آپ اپنے گرد و پیش دیکھتے ہیں۔ خارجی بھی اور رافضی بھی۔

یہ رافضی وہی ہیں جو محبت اہل بیت کا ذکر اس انداز میں کرتے ہیں کہ جس جس کو بھی اہل بیت کا دشمن سمجھتے ہیں اگر وہ ان کا بہترین دوست جاں نثار بلکہ امیر و امام ہی کیوں نہ ہو یہ اس سے تبرا (یعنی بیزاری کا اظہار) کرتے ہیں۔ کیوں کہ اپنے سوا سب کو دشمن اہل بیت سمجھتے ہیں۔ اپنے کردار کا یہ حال ہے کہ اکثر منشیات کے رسیا' جھوٹ کے عادی، مکر و فریب کے مجسمے، فکر پر حب اہل بیت کی چھاپ ہے نہ عمل پر۔ ان کے خیال میں محبت اہل بیت سے فکر و نظر کو یہی روشنی ملتی ہے کہ جو چاہو کرو، کسی قسم کی روک ٹوک نہیں۔ ان کے ہاں بعض اس جنون میں مبتلا ہیں کہ کربلا میں جو قربانیاں دی گئیں، ان سے سبق سیکھنے کی چنداں ضرورت نہیں، البتہ یہی قربانیاں سب محبوں کا بیڑا پار کر دیں گی (اوپر حدیث پاک میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پھر ایسے محبین مفرط کو عیسائیوں سے اور بغض رکھنے والوں کو یہود سے تشبیہ دی گئی ہے) اب عیسائیوں کے ہاں بھی کفارے کا مسئلہ عام ہے' یونہی ان کے ہاں بھی شہدائے کربلا کے بارے میں ایسا تصور ہے۔

ذرا سوچئے اگر اہل بیت کا بغض انسان کو نور ایمان سے خالی کر دیتا ہے تو جو ظالم انھیں بھوکا پیاسا رکھ کر طرح طرح کے مظالم ڈھانے کے بعد نہایت بیدردی سے قتل کر دے، اس کا انجام یا سزا کیا ہونی چاہئے۔ ہاں حدیث پاک کے الفاظ پر غور کیجئے اور پھر اہل بیت کے قاتلوں کے انجام کا اندازہ لگائیے۔

والذی نفسی بیده لا یو من عبدلی حتی یحبنی ولا یحبی حتیٰ یحب ذوی قرابتی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس اللہ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میری محبت کے بغیر کوئی شخص ایمان دار نہیں بن سکتا اور میری محبت کا صحیح معیار یہ ہے کہ میرے رشتہ داروں کے ساتھ سچی محبت کی جائے

کیا یہ حقیقت نہیں کہ کربلا کے یزیدی لشکر کی فطرت بالکل مسخ کر دی گئی۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شبیہ رسول تھے اور نواسۂ رسول تھے بدبختوں نے نسبت رسول (ﷺ) کا لحاظ کیا نہ صورت مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثنا) کا۔ کیا ان کی شقاوت کو دیکھ کر، بالخصوص جب وہ جناب حسین علیہ الرضو ان کے نانا جان ﷺ کا کلمہ بھی پڑھتے تھے، بالخصوص جب انھوں نے خود بلایا تھا، کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کربلا کے میدان میں ان کی فطرت مسخ نہیں ہو چکی تھی اور حسن فکر و نظر سے وہ کلیتاً محروم نہیں کر دیئے گئے تھے۔ پھر جب اسیران اہل بیت رضی اللہ عنہم کا قافلہ کوفہ کے بازاروں میں سے گزر رہا تھا، حضرت سیدہ زینب اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما نے اہل کوفہ کو جو دعائیں دی تھیں' وہ تاریخ کے سینے پر ثبت ہیں۔

یاد رہے جب حدیث قدسی

من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب (بخاری شریف)

(ترجمہ: جس نے میرے کسی دوست کو تکلیف دی، میری طرف سے اس کے لئے اعلان جنگ ہے)

کی روشنی میں مولانا عبدالجبار غزنوی جیسا وہابی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ولی کے دشمن کا خاتمہ بالخیر نہیں ہو سکتا' (گو اس دشمنی کی بنا پر اس کا ایمان سلب کر لیا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے کربلا کے میدان میں اہل بیت پر بدترین ظلم و ستم ڈھانے والوں کا ایمان کیونکر محفوظ رہ سکتا ہے بلکہ جیسے شہادت و ولایت میں ان حضرات کا اپنا جواب نہیں، یونہی ان کے گستاخ و قاتل کا کفر و شقاوت میں بھی مثیل نہیں، انھیں کا نہیں بلکہ ان کی آل اولاد سے بھی ایمان کی صلاحیت سلب کر لی جاتی ہے۔ ذرا آیئے پھر شہید اعظم اسلام رضی اللہ عنہ کی ہمشیروں کی دعاؤں کی طرف جن کا رخ قاتلان کوفہ کی طرف تھا۔ چنانچہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا

'اے بیوفا اور دغا باز کوفیو، کیا اب تم روتے اور ماتم کرتے ہو، خدا تمھیں ہمیشہ رلائے اور تمہارا رونا اور ماتم کرنا کبھی موقوف نہ

ہو۔تم بہت زیادہ روؤاور تھوڑا ہنسو۔۔۔۔الخ

اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

'اے کوفہ والو! تمھارا برا حال ہواور تمھارے منہ سیاہ ہوں۔تم نے میرے بھائی کو بلایا پھران کو چھوڑ دیا اوران کی مدد نہ کی۔تمہاری بیوفائی اور غداری کی وجہ سے وہ قتل ہوئے۔ان کا مال اسباب لوٹا گیا اوران کے اہل بیت قیدی بنے۔اب تم ان پرروتے ہو خدا تم کو ہمیشہ رلائے، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کیا ظلم کیا ہے اور کن گناہوں کا انبار اپنی پشت پر لگایا ہے۔

ذرا خیال فرمایئے مظلوم اور مسافر' سید اور وہ بھی جنت کے نوجوانوں کا سیدوسردار، پھر دعا کرنے والی حضور پرنور شہنشاہ کون ومکاں کی نواسیاں، پھر وہ بھی زنجیروں میں جکڑی ہوئی، ان کی دعا کیوں کر ضائع ہوسکتی ہے۔لہذا یقیناً یزیدی لشکر کے ہر فرد کو یہ دعا لگی اور یہی نتیجہ ہے کہ صدیاں بیت گئیں مگر دعاؤں کا اثر آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔رونے پیٹنے والے گویا اپنے عمل سے اعلان کررہے ہیں کہ اہل بیت کی دعا کا اثر صدیوں پر محیط ہے۔

فرمایئے جنھوں نے کربلا میں وہ ظلم کیا جس کی پوری تاریخ میں مثال نہیں۔اور کیا رحمۃ للعلمین ﷺ کے خاندان پر اور پھر اس مقدس خاندان کی دعائیں بھی ان کے خلاف ہوں تو فرمایئے ان کی بدبختی میں کیا کمی رہ سکتی ہے؟ ان سے ایمان بھی اور پھر عقل بھی سلب کرلی گئی، نتیجہ یہ ہے کہ ان کی ساری سوچ ہی اسلام کے برعکس ہے۔اور قاتلان اہل بیت کا دعویٰ حب اہل بیت بھی شقاوت قلب ونظر میں دبا ہوا ہے۔ہم اوپر کہہ آئے ہیں کہ جو بے حسین ہے، وہ بے دین ہے اور یونہی سمجھ لیجئے جو قاتل حسین ہے، وہ قاتل دین ہے کربلا میں امام پاک پر تو چندروز ظلم کی انتہا کرلی اور وہ جنت کوسدھار گئے، دین پر ان کے حملے اب تک جاری میں اوراہل بیت کی دعائیں کہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان کی روش ایسی ہی کافرانہ وسفاکانہ رہے گی۔

ان کی فکری کجی اسی سے ظاہر ہے کہ سیدنا امام پاک نے کلمہ حق کی سربلندی کیلئے دنیا کی ہر پونجی قربان کردی۔مگر رافضیوں کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔ان کے نزدیک اہل بیت کی اصل تعلیم کا ایک عنوان جلی ہے۔تقیہ یعنی ضرورت ہونہ ہوتو بھی سچ بات چھپانا۔اپنے بیگانے مسلم اور غیر مسلم اس عظیم الشان قربانی پر جوایک اصول کی خاطر تھی اور جس میں فرعون وقت سے راہ راست ٹکر تھی، شہزادہ رسول (علیہ ﷺ ورضی اللہ عنہ) کی بارگاہ میں ہدیہٗ عقیدت پیش کرتے ہیں۔مگر ایسی عظیم الشان بلکہ بے مثل قربانی سے رافضی لوگوں نے کوئی سبق نہیں سیکھا اوراس کے برعکس 'تقیہ' کو دین سمجھ لیا۔

یہ عظیم الشان شہادت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کی تصدیق بھی کرتی ہے کیونکہ اگر معاذ اللہ ان کی خلافت راشدہ نہ ہوتی تو اہل بیت ان سے ٹکر لینے سے بھی نہ چوکتے۔رافضیوں کے زعم باطل کے مطابق اہل بیت نے خلافت راشدہ کے دوران تقیہ کیا اور اگر واقعی اس دور میں انھوں نے تقیہ ہی کیا تھا تو یزید کے دور میں تقیہ کیوں نہیں کیا۔واقعہ کربلا کی روشنی میں اہل بیت پر تقیے کا الزام لگانا (جو دراصل منافقت کے سوا کچھ نہیں) ان کی شدید ترین توہین ہے۔اس میں کیا شک ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کے والد ماجد جو ہجرت کی رات جان کی بازی لگا کر حضور پرنور ﷺ کے بستر پر آرام فرمارہے تھے، زیادہ دلیر اور زیادہ غیور تھے۔انھوں نے خلفائے ثلاثہ کے پیچھے نمازیں ادا کیں، ان کے فرمان پر جہاد کیا۔مال غنیمت میں حصہ لیا، اورانھیں وقتاً فوقتاً مشورے دیتے رہے۔(رضی اللہ عنہم) اور پھر علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو محبوب رب العلمین ﷺ نے اسد اللہ بنایا تھا، توان پر تقیے کا الزام دھرنا یہ انھیں کی نہیں، انھیں اسد اللہ (شیر خدا) بنانے والے آقا ومولا علیہ التحیۃ والثنا کی توہین بھی ہے۔

مختصر یہ کہ واقعہ کربلا کو سامنے رکھ کر بھی کوئی شخص اہل بیت سے تقیے کو منسوب کرتا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس میں ایمان ہے نہ عقل، اسے اہل بیت کے مزاج کا علم ہی نہیں۔خصوصاً سیرت کے اس عنوان کا جسے غیرت وحمیت کہتے ہیں۔گویا اس کا ایمان اور عقل ہی سلب نہیں ہوئی شعور اور غیرت بھی سلب ہوچکی ہے۔ایمان، عقل، شعور اور غیرت اور حب اہل بیت ہوتی تو معاذ اللہ اہل بیت پر وہ بہتان نہ لگاتا جو کوئی شریف آدمی بھی اپنے بارے میں برداشت نہیں کرتا۔ہاں ہاں کسی کے بارے میں یہ رائے دینا کہ وہ ڈر کے بارے جھوٹ بول جاتا ہے یا جھوٹی گواہی دے دیتا ہے یا حالات کے برعکس بات کرتا ہے، اس کی مخالفت کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ وہ اسے اپنے کردار پر نازیبا حملہ تصور کرتا ہے۔

آیئے مزید اطمینان کے لئے شہسوار کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس خطبے کا ابتدائی حصہ دیکھیں، جو آپ نے کربلا کو جاتے ہوئے مقام بیضا پر دیا تھا۔ حمد وثنا کے بعد فرمایا

ایھا الناس ان رسول اللہ ﷺ قال من رءٰی سلطانا جائرا مستحلا لحر ام اللہ ناکثا لعھد اللہ مخالفا لسنۃ رسول اللہ ﷺ یعمل فی عبا د اللہ بالاثم و العد وان فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کا ن حقا علی اللہ ان ید خلہ مدخلہ

ترجمہ: اے لوگو! بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنے والا ہو، اللہ کے عہد کے توڑنے والا ہو، رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کرنے والا ہو، اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرتا ہو تو وہ تقیہ نہ کرے بلکہ اس کے برعکس پھر وہ بقدر طاقت فعلاً وقولاً اس کو نہ بدلے تو اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ اس شخص کو بھی اس (بادشاہ) کے مدخل (یعنی دوزخ میں داخل کردے)

اب یہ ہے حدیث مقدس جس کی روشنی میں سیدنا امام پاک رضی اللہ عنہ نے یزید پلید کے کردار کا جائزہ لیا اور اس کی یوں نقاب کشائی فرمائی۔

وان ھولا ء قد لزمو ا طاعۃ الشیطان و تر کو اطاعۃ الرحمن واظھر وا الفساد و عطلوا الحد و د و استا ثر وا بالفی واحلوا حرام اللہ و حر مو ا حلا لہ و انا احق من غیر

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ' ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے۔ ملک میں فساد برپا کردیا ہے، حدود شرع کو معطل کردیا ہے۔ مال غنیمت کو اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے۔ اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کر دیا ہے اور میں بہ نسبت کسی اور کے زیادہ حق رکھتا ہوں کہ ان کو بدلوں۔

دیکھی یزید کی ایف۔آئی۔آر؟ امام پاک نے اس پلید وعنید کی تصویر من وعن کھینچ کے رکھ دی ہے۔ اگر معاذ اللہ خلفائے ثلاثہ کی سیرت بھی ایسی ہوتی تو اہل بیت کو حق بیانی سے کون روک سکتا تھا، وہ خلفائے راشدین جو خلافت کے دوران خود اعلان کرتے تھے کہ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت نہ کریں تو تم ہماری اطاعت نہ کرو، جنھیں سربازار ایک بڑھیا روک لیتی تھی اور کھل کر اعتراض کرنے کو اپنا حق سمجھتی تھی، جو رات بھر لوگوں کا پہرہ دیتے تھے اور منہ اندھیرے بے سہارا عورتوں کے ہاں جا کر ان کی دن بھر کی ضروریات پوری کر آتے تھے۔ ان کے سامنے بات کرنا کب مشکل تھی۔ جنھوں نے گھر میں بیٹھے ہوئے قید اور شہادت برداشت کر لی مگر اپنے باغیوں کے ساتھ کسی کو بھی الجھنے کی اجازت نہ دی کہ شہر رسول ﷺ میں کسی کا خون بہانا اس کے تقدس کے خلاف ہے۔ ہاں وہ خلفائے راشدین جنھوں نے بہترین زہد و عجز اپنائے رکھا اور غیروں نے بھی ان کے لاجواب کردار کو اسلامی انقلاب کا ایک اہم گوشہ سمجھ کر دین حق کی صداقت کی ایک روشن دلیل قرار دیا۔ تو گویا رافضی لوگوں کے نزدیک جن کے سامنے سب بولتے تھے، ان کے سامنے اہل بیت ہی تقیہ کرتے تھے۔ گویا معاذ اللہ اہل بیت میں عام آدمی جتنی بھی جرات نہیں تھی۔ یہ ہے ان کی معاذ اللہ حب اہل بیت، اللہ ایسی محبت سے بچائے اور انسان کی عقل اور ایمان کو اس حد تک سلب نہ کرے عین دوپہر کو وہ رات کہتا پھرے اور اہل بیت پر تقیے کا الزام لگانا تو اس سے بڑا ظلم ہے۔

مختصر یہ کہ ان کی عقل مت ماری گئی، کربلا میں آل رسول پر بے پناہ ظلم ستم کرنے کی بنا پر اور پھر اہل بیت کی دعاؤں کے سبب اور یہ اسی عقل و ایمان ضبط وسلب ہونے کے سبب ہے کہ کربلا جیسے واقعے کا اصل سبق، ایسا سبق جو اظہر من الشمس ہے بھی ان کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انھوں نے اس سے سبق حاصل کرنے کے برعکس الٹا اہل بیت پر تقیے کا الزام لگا دیا (اور اسے بھی اپنی محبت اہل بیت کا گویا خاصہ سمجھا)

اور غور کیجئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت تعداد حضور پرنور ﷺ کا ایک معجزہ ہے۔ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد کو دیکھئے اور پھر خاتم الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت تعداد کو دیکھیں تو محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا، کے کامیاب ترین سر

ایابرکت انقلاب پر کون ہے جو حیرت زدہ نہ ہواور تحسین و آفرین نہ کرے۔ لاکھوں کی تعداد میں ایسے بہترین انسان تیار کرنا جن پر خود انسانیت کو ناز ہو، بڑی بات ہے اللہ کریم نے خود اس کا ذکر فرمایا

ورات الناس يد خلو ن فى دين الله افو اجا o (النصر۔۲)

ترجمہ: اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں۔

فوجوں کی فوجیں اللہ کے دین میں داخل ہوئیں مگر اندھے رافضیوں کو چار پانچ ہی مومن نظر آئے، بدبختوں کو یہ سمجھ ہی نہیں آئی کہ جس انقلاب مصطفوی کی برکتوں کو ہر ذی شعور مانتا ہے، تم کس کو خوش کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ بولتے ہو۔ مگر ایسا کیوں نہ ہو، حضور پر نو ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت یا بغض رکھنے والوں کا ذکر کیا اور اس محبت اور بغض کی وجہ بیان فرمائی، ارشاد ہوتا ہے۔

من احبهم فبحبى احبهم و من ابغضهم فببغضى ابغضهم (ترمذی شریف)

ترجمہ: سو جوان سے محبت کرتا ہے تو مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھتا ہے تو مجھ سے عداوت رکھنے کے باعث ان سے عداوت رکھتا ہے۔

صاف کھل گیا کہ اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس لئے محبت ہے کہ انھیں محبوب خدا علیہ التحیۃ والثنا سے محبت ہے اور رافضیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس لئے بغض ہے کہ انھیں حضور سید عالم ﷺ سے بغض ہے۔ اور ظاہر ہے حضور پر نو ﷺ سے زیادہ سچا کائنات میں کون ہو سکتا ہے اور پھر یہ بھی سوچیں کہ بغض نبی (ﷺ) سے بڑا کفر کیا ہو سکتا ہے۔

ہاں ہاں ان کی بدبختی یہیں تک محدود و مسدود نہیں۔ وہ قرآن پاک جس کی تعلیمات سے انحراف کر کے یزید نے امام پاک رضی اللہ عنہ کو ناراض کر لیا، قاتلان اہل بیت کی اولاد اس کو بھی نہیں مانتی۔ کتنا تضاد ہے ان رافضیوں کی سوچ میں اور اہل بیت کی سوچ میں۔

کتنی مشہور حدیث پاک ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بقول حضور پر نو ﷺ نے فرمایا

انى تارک فيكم ما ان تمسكتم به لن تضلو ا بعدى احد هما اعظم من الاخر كتاب الله حبل ممدود من السماء الى الارض و عترتى اهل بيتى ولن يفتر قا حتى ير دا على الحو ض فانظر و اكيف تخلفونى فيهما (ترمذی)

ترجمہ: میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے ایک دوسرے سے بہت عظمت والی ہے یعنی اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک ایک لمبی رسی کی طرح ہے اور میری عزت یعنی میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز الگ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ دونوں میرے پاس حوض پر آجائیں تو اچھی طرح دیکھو تم ان دونوں کے بارے میں میرے بعد کیا سلوک کرتے ہو۔

گویا اس فرمان ذیشان کی رو سے امت مسلمہ کو دو چیزیں سپرد کی جا رہی ہیں، جن کا اسے خیال رکھنا چاہئے۔ ایک ہے قرآن پاک، دوسرے اہل بیت اطہار۔ رافضیوں نے اہل بیت اطہار کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ انھیں ڈیڑھ سو خطوط لکھ کر اور منت سماجت کر کے بلایا اور وہ آگئے تو انھیں بدترین اذیت دے کر دن دہاڑے بغیر کسی حق شرعی کے انھیں شہید کر دیا اور ان کے بقیہ افراد کو اونٹوں کی ننگی پشتوں پر سوار کر کے شہر بہ شہر پھرایا۔ رہ گئی اس سے بھی عظیم تر شے یعنی قرآن پاک تو اس کا انکار کر دیا۔

ہاں ہاں جب غیر مسلم قوموں کے ایسے افراد دیکھتے ہیں جو پکار پکار کر اعلان کرتے ہیں کہ قرآن پاک کا ایک شوشہ تک تبدیل نہیں ہوا اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح نازل ہوا تھا ظاہر ہے یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ باطل آگے پیچھے یا کسی طرف سے راہ نہیں پاتا،

چنانچہ قرآن پاک خود فرماتا ہے۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه ط تنزیل من حکیم حمیدo (حٰم۔السجدہ۔۴۲)

ترجمہ: باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے۔سب خوبیوں سراہے کا۔

مگر دوسری طرف بد بخت رافضی ہیں کہ جن کی اکثریت

اس قرآن پاک پر ایمان ہی نہیں رکھتی۔حتیٰ کہ ان کا امام خمینی بھی قرآن پاک کو محرف مانتا ہے، محفوظ نہیں مانتا۔چنانچہ ایک جگہ بکتا ہے

ہمہ عیبے را مسلماناں بکتاب یہود و نصاریٰ می گرفتند عیناً برائے خود اینا ثابت شود

(اسلام اور خمینی مذہب بحوالہ۔کشف الاسرار از خمینی)

ترجمہ: تحریف کا وہ عیب جو مسلمان یہود و نصاریٰ پر لگاتے ہیں، ان صحابہ پر بھی ثابت ہے۔

رافضیوں کی معتبر ترین کتاب (قرآن پاک نہیں بلکہ) اصول کافی ہے۔اس کی ایک روایت میں ہے۔

حضرت جبریل جو قرآن حضور علیہ السلام پر لائے تھے۔

اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں، (اسلام اور خمینی مذہب بحوالہ اصول کافی)

فرمایئے قرآن پاک پر ایمان نہ رکھنے والا کون ہوتا ہے اور جو ہوتا ہے' رافضی وہی ہیں۔انھیں مسلمان کہلوا کر اور خمینی کی اسلام کا نعرہ لگا کر اسلام کی خدمت نہیں کی بلکہ الٹا اسے نقصان پہنچایا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن دشمنی میں یہ بد بخت لوگ یہود و نصاریٰ سے بھی بازی لے گئے ہیں۔چودہ صدیوں میں قرآن پاک کا یہ چیلنج موجود ہے۔یہ محفوظ ہے، اس کی حفاظت اللہ جل مجدہ نے اپنے ذمے لی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحٰفظون o (الحجر۔۹)

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

اب انصاف کیجئے، جو لوگ قرآن پاک ہی کو نہیں مانتے، ان کا اہل بیت یا اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔لہذا جس طرح وہ اہل بیت کی محبت کے دعویٰ میں جھوٹے ہیں یونہی ان کے دعویٰ اسلام میں بھی کوئی صداقت نہیں۔

اب ایسے لوگوں کو قرآن پاک پر ایمان لائے بغیر ہی ملت کا فرد کیوں کر تسلیم کیا جا سکتا ہے اور اس تصور کی آخر کیا بنیاد ہو گی کہ وہ بھی ملت اسلامیہ کے افراد میں شامل ہیں۔سانحۂ کربلا کے بعد ایک ان کا اور کارنامہ ہے سقوط بغداد۔اس کی تفصیل میں جائیں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہے، ملت نے ان پر اعتماد کیا' انہیں خلافت عباسیہ میں وزارتوں کے قلمدان سپرد کئے گئے مگر انہوں نے امت مسلمہ کو حوصلہ دیا' وہ صدیوں سے جاری خلافت عباسیہ ہی کو ملیا میٹ کر دیا' لاکھوں مسلمانوں کا خون اس طرح بہایا کہ دجلہ خون کا دریا نظر آتا تھا مسلمانوں کے کتبخانے جلائے۔ہاں ہلاکو خاں نے جو کچھ کیا ان کے کہے پر کیا۔

ہاں ہاں اگر ماضی کے تجربات سے انسان کو فائدہ اٹھانا چاہیے تو ان کے کارنامے اسی طرح کے ہیں۔برصغیر میں اسلامی دور حکومت کے آخر میں ایران سے رافضی لوگ آئے، مسلمانان اہل سنت نے مذہبی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں بعض کلیدی عہدوں پر بھی فائز کیا۔جہانگیر اور شاہجہان کے بعد اورنگ زیب عالمگیری علیہ الرحمہ جیسا کڑسنی بھی ان کی پرورش کرتا رہا مگر اس کے بعد سلطنت پر زوال آیا تو دہلی کے کوتوال نے حضرت سید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے عظیم فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کو کیا کیا اذیت نہ دی' باپ کا قصور یہ تھا کہ اس نے ازالۃ الخفا جیسی لاجواب کتاب لکھی اور بیٹے نے تحفہ اثنا عشریہ تصنیف کر کے رافضیوں کی بخیٔ کرکری کر دی۔

اب دیکھئے امامت کے بارے میں رافضیوں کے نظریات کیا ہیں۔

۱۔اگر زمین امام کے بغیر باقی رہے گی تو دھنس جائے گی (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)
۲۔کوئی اس وقت مومن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اللہ اور رسول اور ائمہ اور خاص کر اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہ حاصل کرلے (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)
۳۔حضرت علی علیہ السلام کی امامت کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے تمام صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔اور اللہ نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو محمد ﷺ کے نبی ہونے اور علی علیہ السلام کے وصی ہونے پر ایمان کا حکم نہ لایا ہو اور اس نے اس کی تبلیغ واشاعت نہ کی ہو۔(امام موسیٰ کاظم)
۴۔اماموں کی اطاعت رسولوں کی اطاعت کے مثل ہی فرض ہے۔(حضرت امام جعفر صادق)
۵۔تمام مخلوقات پر امام کی اطاعت فرض ہے۔تمام معاملات ان کے سپرد ہیں جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں
۶۔امام ہر طرح کے گناہوں سے پاک، مبرا، معصوم اور لغزشوں سے محفوظ ہوتا ہے۔(علی بن موسیٰ رضا)
۷۔درجہ امامت نبوت و پیغمبری سے بالا ہے (ملا باقر مجلسی)
۸۔اللہ ایسے لوگوں کو عذاب نہیں دے گا جو اس طرف سے نامزد کئے ہوئے ائمہ کی پیروی کرتے ہوں اگرچہ وہ عملاً ظالم و بدکار ہوں ص۱۰۰
(یہ سب حوالے اصول کافی کے ہیں اور مولانا بدر القادری کی کتاب اسلام اور خمینی مذہب سے لئے گئے)

برادران عزیز یہ شیعہ مذہب کے اہم نظریات ہیں۔کیا قرآن پاک کا انکار صریحاً کفر نہیں اور کیا نظریہ امامت ختم نبوت سے فرار نہیں۔آیئے اس سلسلے میں حضور پرنور ﷺ کا فیصلہ دیکھیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کی زیارت ہوئی باقی بات ان کی زبانی سن لیجئے۔

''میں نے روحانی طور پر حضور ﷺ سے مذہب شیعہ کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے آپ کی طرف سے القا ہوا کہ یہ مذہب جھوٹا ہے اور اس مذہب کا جھوٹ لفظ امام سے ظاہر ہوتا ہے جب مجھ کو آفاقہ ہوا تو میں نے جانا کہ ان کے نزدیک امام ایسے شخص کو کہتے ہیں جو معصوم ہو اور اس کی اطاعت فرض ہے اور اس پر وحی باطنی ہوتی ہے۔اور یہ سب تعریف میں نے کی ہے اس بنا پر کہ ان کا مذہب ختم نبوت سے انکار ہے۔

اب آپ کا مزید وقت لئے بغیر صرف ایک مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، اور وہ ہے ان کا 'متعہ'......آپ اس پر زیادہ سے زیادہ ریسرچ کرکے دیکھ لیں اگر زنا نہیں تو تقریباً زنا ضرور ہے۔ہم یہاں ان کے دلائل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے، صرف ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اس کے ثواب کے بارے میں بیان کی ہے ان کے نزدیک معاذ اللہ یہ ثواب خود حضور پرنور ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔

من تمتع مرةً فدرجته كدرجة الحسين و من تمتع مرتين فدرجته ' كدرجة الحسن و من تمتع ثلاث مرات فدرجته كدرجة علي و من تمتع اربع مرات فدرجته كدرجتي (اسلام اور خمینی مذہب بحوالہ من لایحضرہ الفقیہ' تہذیب الاحکام، وسائل الشیعہ وغیرہ)

ترجمہ: جس نے ایک بار متعہ کیا وہ حسین کا درجہ پائے گا جس نے دو بار متعہ کیا وہ حسن کا درجہ حاصل کرے گا' جو تین بار متعہ کرے وہ علی کا درجہ پائے گا، اور جو چار دفعہ متعہ کرے گا وہ میرا درجہ پائے گا۔

ہم اس پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتے ہیں کہ **لعنت الله على الكاذبين** یعنی اللہ کی لعنت جھوٹوں پر۔

......☆☆☆......

عقائد صحابہ

قسط نمبر ا

علامہ حافظ محمد نصر اللہ آسوی

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾

پھر اگر وہ یونہی ایمان لائے جیسا کہ تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔ (سورہ بقرہ آیت :۱۳۷)

اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ ایمان اور عقیدہ وہی معتبر ہے جو صحابہ کرام جیسا ہو۔ یعنی صحابہ ایمان کی میزان اور کسوٹی ہیں جو اس پر پورا اترے وہ مومن اور جنتی ہے اور جس کا عقیدہ صحابہ کے خلاف ہے وہ مذہب باطل اور جہنمی ہے چاہے وہ لاکھ دعوی کرے کہ میرا مسلک قرآن وحدیث ہے کیونکہ ہر فرقہ یہی دعوی کرتا ہے نام قرآن کا لیتا ہے لیکن مطلب اور مفہوم اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اسی لئے علامہ اقبال نے کہا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

قرآن وحدیث کا مفہوم وہی معتبر ہے جو صحابہ نے سمجھا اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ اس امت کے تہتر فرقے ہوں گے بہتر دوزخی اور ایک جنتی اور جنتی فرقہ اہل سنت ہے اور تمام صحابہ اہل سنت تھے جیسا کہ میں گذشتہ شمارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر چکا ہوں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے جنتی جماعت کی پہچان یہ بتائی ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِي﴾ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگی۔ (ترمذی حدیث ۲۶۴۱ مشکوۃ ۱۷۱)

اب اس حدیث کی روشنی میں شیعہ خارج ہو گئے کیونکہ وہ صحابہ کرام کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ تو وہ ان کے طریقہ پر کیسے چلیں گے اور وہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر بھی نہیں چل سکتے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہمیں صحابہ سے معلوم ہوا قرآن اور دین ان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے اگر صحابہ پر ایمان نہ رہے تو قرآن پر ایمان نہیں ہوسکتا۔ شیعہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتا ہے: حضرت علی بن حسین کے آزاد کردہ شخص نے حضرت سے پوچھا آپ کی خدمت کرنیکی وجہ سے میرا آپ پر حق ہے مجھے ابوبکر اور عمر کے متعلق بتایئے؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں کافر ہیں اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے ((حق الیقین ۵۲۲ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران ۱۳۵۷ھ))

یہی ملعون مصنف لکھتا ہے: عیاش نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام باقر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے علی بن ابی طالب مقداد سلمان اور ابوذر۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۷ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران)

یہ ہے شیعوں کا عقیدہ صحابہ کرام کے بارے میں جن کے ایمان کی قرآن گواہی دے رہا ہے اور ان کے ایمان کو کسوٹی بتا رہا ہے کہ ان جیسا ایمان لاؤ گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ گمراہ رہو گے ان کے ایمان کا انکار کیا جائے تو باقی مسلمان کون بچے گا اگر عام مسلمان کو کافر کہہ دیا جائے تو کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ تو صحابہ کرام تو نبیوں کے بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں ان کو کافر کہنے والا ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا اور جنتی ہونے کے لئے ایمان شرط ہے۔ شیعہ حضرات اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے جنتی جماعت سے خارج ہو گئے۔ اب باقی رہ گئے وہابی مقلد یعنی دیوبندی اور وہابی غیر مقلد یعنی اہل حدیث اس حدیث کے پیش نظر اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ واقعی اہل سنت ہیں یا دو نمبر ہیں کیونکہ اس دور میں مارکیٹ میں ہر چیز دو نمبر مل رہی ہے تو نقلی اور اصلی کی پہچان ضروری ہے کیونکہ نام رکھنے سے کوئی سنی نہیں بن سکتا اگر کوئی شیعہ اپنے آپ کو سنی کہے تو کیا وہ سنی بن جائے گا؟ یا کوئی قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہے تو کیا اس کو مسلمان تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح شراب کی بوتل پر روح فزا کا لیبل لگانے سے وہ روح فزا نہیں بن سکتی اور نہ خنزیر کا نام دنبہ رکھنے سے وہ دنبہ بن سکتا ہے

؎ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے   کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

اسی طرح دیوبندی لاکھ اپنے آپ کو سنی کہیں یا غیر مقلدین اپنے آپ کو سنی یا اہل حدیث کہیں تو نہ وہ سنی ہیں اور نہ اہل حدیث سنی بننے کے لئے ضروری ہیں کہ اپنے عقائد صحابہ کرام کے مطابق رکھے جائیں کیونکہ صحابہ معیارِ ایمان ہیں تو آیئے اب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے عطا کردہ معیار پر اپنے عقائد کو پیش کریں تو جس کے عقائد صحابہ کے مطابق ہوں وہ اہل سنت اہل جنت اور جس کے عقائد صحابہ کے خلاف ہوں اور منافقین سے ملتے ہوں وہ اہل بدعت اور اہل نار۔

علم غیب: نبی کریم ﷺ کے علم کے متعلق وہابی عقیدہ یہ ہے:

(۱) -غیب کی باتوں کا جیسا علم حضور ﷺ کو ہے ایسا علم زید و عمرو بچوں پاگلوں بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے رسول کی تخصیص نہیں۔ (حفظ الایمان اشرف علی تھانوی دیوبندی ص ۸)

(۲) -شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم ہے اور حضور ﷺ کے لئے ایسا علم ماننا شرک ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۵ مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی)

اسماعیل دھلوی لکھتے ہیں:-

اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ ((تقویۃ الایمان ص (۲۲) مطبوعہ میر محمد کتب خانہ یعنی نبی کریم ﷺ کے لئے عطائی علم ثابت کرنا بھی شرک ہے (نعوذ باللہ))

امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر

(تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ذکر ردالاشراک فی العادات ص ۵۵ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اب میں تمام دنیائے وہابیت کو چیلنج کرتا ہوں تم اپنے آپ کو سنی اور صحابہ کے طریقہ پر کہتے ہو ذرا اپنا یہ عقیدہ صحابہ سے ثابت کرو اور منہ مانگا انعام حاصل کرو ایک صحابی کا نام بتاؤ جس نے نبی کریم ﷺ کے علم عطائی ماننے کو شرک کہا ہو۔ قرآن کی ایک آیت پڑھو یا بخاری مسلم کی ایک حدیث پیش کرو جس میں شیطان کا علم ماننا تو ایمان ہو اور نبی کا علم ماننا شرک ہو یا نبی کے علم کو جانوروں اور پاگلوں سے تشبیہ دی گئی ہو ان شاء اللہ قیامت تک نہیں دکھا سکتے اور ہم دکھاتے ہیں کہ صحابہ کا ایمان کیا تھا۔ تمام صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا ﴿اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ﴾ اللہ اور اس کا رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ جملہ آپ کو بخاری و مسلم سمیت حدیث کی تمام کتابوں میں ملے گا۔ ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے جو صحابہ کرام کا ہے لہٰذا ہم ہی اہل سنت اور اہل جنت ہیں

نبی کریم ﷺ کے علم کے متعلق سنی عقیدہ یہ ہے

قاعدہ نمبر ۱ علم غیب:

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

جہاں علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا جائے یا اس کی بندوں سے نفی کی جائے تو اس علم غیب سے ذاتی، دائمی جمیع علوم غیبیہ قدیمی مراد ہوگا۔ جیسے اس آیت میں فرمایا گیا

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالارضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا۔ (سورۃ النمل آیت ۶۵)

جہاں علم غیب بندوں کے لئے ثابت کیا جائے یا کسی نبی کا قول قرآن میں نقل کیا جائے کہ فلاں پیغمبر نے فرمایا کہ میں غیب کی خبریں دیتا ہوں۔ وہاں مجازی، حادث عطائی علم مراد ہوگا۔ ﴿مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ﴾ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم کو غیب کا علم دے دے، ہاں! اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے چن لیتا ہے۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۷۹۔ پارہ ۴)

﴿وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ وَکَانَ فَضْلُ اللہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا﴾

اور اللہ نے تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔ (سورۃ النساء ۱۱۳) علم القرآن ص (۱۱۳)

قرآن کریم میں دو قسم کی آیات ملتی ہیں بعض آیات میں ایک چیز کی نفی ہوگی لیکن دوسری آیات میں اثبات ہوگا پورے قرآن پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ نفی اور مثبت دونوں قسم کی آیات پر ایمان رکھا جائے اور نفی والی آیات کو ذاتی اور حقیقی پر محمول کیا جائے اور اثبات والی آیات کو عطائی اور مجازی پر محمول کیا جائے۔

اگر یہ تقسیم نہ کی جائے تو بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ قرآن میں اختلاف ہے حالانکہ قرآن میں اختلاف بالکل نہیں اگر قرآن میں اختلاف ہو تو یہ

اللہ کا کلام نہیں رہتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا﴾ تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔(سورۃ النساء آیت-۸۲)

مثال نمبرا ﴿عزت﴾

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے

﴿ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعاً ﴾

عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے(سورۃ النساء آیت-۱۲۹)

اگر صرف اسی آیت پر ایمان رکھا جائے تو دوسری آیات پر ایمان نہیں رہتا جن میں دوسروں کے لئے عزت عطا کرنے کا ثبوت ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے۔(سورۃ المنافقین آیت-۸) پہلی آیت میں ذاتی اور حقیقی عزت مراد ہے اور دوسری میں عطائی اور مجازی مراد ہے

حضرت فاروق اعظم کا عقیدہ علم غیب:

عَنْ عمر بن الخطاب رضی الله عنه قَالَ : قَامَ فِیْنَا النبی ﷺ مَقَاماً فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ واَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُم حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ، وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں تشریف فرما ہوئے اور آپ نے ہمیں مخلوق کی ابتداء سے خبریں دینا شروع کیں، حتیٰ کہ اہل جنت اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے اور اہل دوزخ اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔((بخاری حدیث ۳۱۹۲ کتاب بدء الخلق مشکوۃ حدیث-۵۶۹۹ کتاب صفۃ القیامہ باب بدء الخلق))

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ میرے آقا مخلوق کی ابتداء اور انتہاء کا سب جانتے ہیں

حضرت عمرو بن اخطب کا عقیدہ:

عَنْ ابی زید یعنی عمرو بن اخطب رضی الله عنه قَالَ : صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْفَجْرَ، وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ، فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا هُوَ کَائِنٌ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ۔

حضرت ابو زید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر ہو گئی، آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر ہو گئی، پھر آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، آپ نے ہمیں ما کان و ما یکون کی خبریں دے دیں یعنی وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور جو ہونے والی

تھیں،، پس ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جو سب سے زیادہ حافظہ والا تھا۔ ((مسلم حدیث-۲۸۹۲ کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب اخبار النبی ﷺ بعلامات الساعۃ مشکوۃ حدیث-۵۹۳۶ کتاب الفضائل باب المعجزات الفصل الثالث))

حضرت عمرو بن العاص کا عقیدہ کہ تمام جنتی اور دوزخی حضور ﷺ کے علم میں ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ فَقَالَ: ((أَتَدْرُوْنَ مَا هَـذَانِ الْكِتَابَانِ؟)) فَقُلْنَا: لايَارَسُولَ اللهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا ، فَقَالَ لِلَّذِيْ فِي يَدِهِ الْيُمْنٰى: هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَاءِ هِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلا يُزَادُ فِيْهِمْ ولا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا)) ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِي شِمَالِهِ:((هَذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَاءِ هِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلا يُزَادُ فِيْهِمْ ولا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا)) ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (ایک دن) رسول اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم ان دو کتابوں کے بارے میں جانتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے بتائے بغیر نہیں جانتے آپ نے داہنے ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں آخر میں ان کی میزان ہے اور اب کبھی بھی ان میں کمی یا زیادتی نہ ہوگی پھر بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا یہ کتاب رب العالمین کے پاس سے آئی ہے جس میں تمام دوزخیوں کے نام اور ان کے باپ دادوں اور قبیلوں کے نام ہیں آخر میں ان کی میزان ہے اور اب کبھی بھی ان میں کمی یا زیادتی نہ ہوگی۔ (ترمذی حدیث-۲۱۴۱ کتاب القدر باب ماجاء ان اللہ کتب کتابا لأہل الجنۃ والنار)

صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ جنتیوں اور جہنمیوں کے نام اور ان کے باپوں کے نام بھی جانتے تھے ہمارا عقیدہ بھی وہی ہے جو صحابہ کرام کا ہے اب سنئے منافقین کا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ کے علم کا انکار کرنا منافقین کا کام ہے:

قال السدی قال رسُولُ اللهِ ﷺ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِيْ فِي صُوَرِهَا فِي الطِّيْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلَى آدَمَ وَأُعْلِمْتُ مَنْ يُؤْمِنُ بِي وَمَنْ يَكْفُرُ بِيْ, فَبَلَغَ ذَلِكَ الْمُنَافِقِيْنَ، فَقَالُوْا: اسْتِهْزَآءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ يُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهُ وَمَايَعْرِفُنَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللهِ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: مَابَالُ أَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِي عِلْمِيْ، لاتَسْئَلُوْنِي عَنْ شَيْءٍ فِي مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ، فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ، فَقَالَ مَنْ أَبِي يَارَسُولَ اللهِ؟ فَقَالَ: حُذَافَةُ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: يارسُولَ اللهِ رَضِيْنَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالإِسْلامِ دِيْناً وبِالقُرآنِ إِمَامًا وَبِكَ نَبِيًّا فَاعْفُ عَنَّا عَفَااللهُ عَنْكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ ۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا خلقت وآفرینش سے قبل جبکہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اُسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کون مجھ پر ایمان لائیگا کون کفر کریگا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے براہِ استہزاء کہا کہ محمد ﷺ کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے انکے ایمان وکفر کے متعلق جانتے ہیں باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر سید عالم ﷺ نے منبر پر قیام فرما کر اللہ تعالی کی حمد وثنا کیے بعد فرمایا اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اُس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا میرا باپ کون ہے یارسول اللہ فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہوئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم باز آ ؤگے کیا تم باز آ ؤگے پھر منبر سے اُتر آئے اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تفسیر خازن پارہ نمبر ۴ زیرآیت ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾

اس سے معلوم ہوا نبی ﷺ کے علم کا انکار منافقین کا کام ہے اور اُسے تسلیم کرنا مومنوں کا جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تسلیم ورضا کا اظہار کیا یہی مومن کی شان ہے اور اعتراض کرنا منافق کی پہچان۔

نبی ﷺ کے علم کا انکار منافقین کا کام ہے اور منافقوں کو مسجد سے نکال دیا گیا:

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال : خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ فِی خُطْبَتِهٖ ((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَافِقِيْنَ فَمَنْ سَمَّيْتُ فَلْيَقُمْ قُمْ يَا فُلَانُ قم يا فلان حَتّٰى عَدَّ سِتًّا وَّثَلَاثِيْنَ)) ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا:- اے لوگو تم میں بعض منافق ہیں میں جس منافق کا نام لوں وہ کھڑا ہوجائے آپ ایک ایک کا نام لیتے گئے اے فلاں کھڑا ہوجائے اے فلاں کھڑا ہوجائے اے فلاں کھڑا ہوجائے یہاں تک کہ آپ نے چھتیس منافقین کا نام لیا۔ بیہقی خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۷۴ باب اخبار ﷺ بالمنافقین، تفسیر روح المعانی اس کے بعد منافقین نے ایک مسجد بنائی جس کو قرآن میں ضرار کہا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے اس کے گرانے کا حکم دیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ لوگوں کے دلوں کی بات بھی جانتے تھے کیونکہ ایمان اور نفاق دل میں ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے علم کے انکار کرنے والے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے جیسے اللہ تعالی نے شیطان کو جنت سے نکالا تھا جو مسجد میں رہنے کے قابل نہیں وہ منبر یا مصلی پر بیٹھنے کے لائق کیسے ہوسکتا ہے اور اس نبی کے دشمن سے دوستی اور رشتہ داری کب جائز ہوسکتی ہے اس کے باوجود جو ان سے رشتہ داری کرے گا وہ قیامت میں بھی ان کے ساتھ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: المرء مع من اَحَبَّ آدمی اسی کے

ساتھ ہوگا جس سے وہ پیار کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

علم نبی کا مذاق اڑانے والوں کا انجام:

﴿ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَاٰيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ☆ لاتَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ ﴾ ﴿اور اے محبوب ﷺ اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم یونہی ہنسی کھیل کر رہے تھے تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر﴾ سورہ توبہ (۶۵-۶۶) پارہ (۱۰) رکوع (۱۴)

شانِ نزول:

ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر و ابن ابی حاتم وابوالشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: کسی کی اونٹنی گم ہوگئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق بولا محمد رسول اللہ ﷺ بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے (وما یَدْرِیْهِ بِالْغَیْبِ) محمد غیب کیا جانیں اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری ﴿ کیا اللہ اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو چکے ہو۔ (تفسیر امام ابن جریر تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی (تمہید ایمان اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۰-۳۱)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے سے" کہ وہ غیب کیا جانیں،، کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ نے صاف فرمادیا بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ ﷺ کے علوم غیب کے مطلقا منکر ہیں اور معلوم ہوا حضور کی گستاخی کفر ہے اگر چہ گستاخی کی نیت نہ کرے کیونکہ استہزا کو کفر قرار دیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کا گستاخ مرتد ہے (تفسیر نور العرفان ص ۳۱۴)

بالکل اسی انداز اسماعیل دہلوی لکھتا ہے:

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر

((تفویۃ الایمان الفصل الخامس فی ذکر ردالاشراک فی العادات ص ۵۵ میر محمد کتب خانہ کراچی))

اختیار نبی ﷺ

عقیدہ اہل بدعت:

اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق کے لئے عطائی علم یا اختیار ماننا بھی شرک ہے (نعوذ باللہ) اسماعیل دھلوی صاحب لکھتے ہیں: پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ تفویۃ الایمان پہلا باب اور پہلی فصل ص (۲۲)

اسی کتاب میں ایک جگہ لکھا ہے: ۔رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تفویۃ الایمان الفصل الخامس ص (۵۵)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ((تفویۃ الایمان الفصل الرابع ص (۴۳))

جولوگ اپنے آپ کو اہل حدیث یا اہل سنت کہتے ہیں وہ بتائیں کہ یہ کس حدیث کا ترجمہ ہے یا کس صحابی کا قول ہے اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اپنے مولوں کے نام سے پہلے کئی القاب ذکر کریں گے لیکن جب محبوب ﷺ کی باری آئے تو صرف نام لے کر پکاریں گے۔

اسمِ احمد کی تعظیم کے منکروں ان کی عظمت کو قرآن میں دیکھ لو

بے لقب ان کا نامِ مبارک کہیں ان کے معبود نے بھی پکارا نہیں

عقیدہ اہل سنت والجماعت:

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ذاتی اختیار اور قدرت اللہ تعالیٰ کیساتھ خاص ہے مخلوق کا علم اور اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے یعنی مخلوق کا اختیار عطائی اور خدا کا اختیار ذاتی خدا تعالیٰ کے لئے عطائی اختیار نہیں ہوسکتا مخلوق کے لئے ذاتی نہیں ہوسکتا جو مخلوق کے لئے ایک ذرہ کا علم یا اختیار ذاتی مانے وہ مشرک ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے قبلہ تبدیل ہوجاتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے چاہنے سے ایک سجدہ یا ایک رکعت بھی معاف نہیں ہوسکتی لیکن رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے پنتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہوسکتی ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے ہر سال حج فرض ہوسکتا ہے

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہتا ہے (وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى) (سورۃ الضحیٰ) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کو ہر وہ چیز ملتی ہے جو وہ چاہتے ہیں کیونکہ رب نے ان سے وعدہ فرمایا ہے لیکن یہ حضرات وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے یعنی ان کی مشیت خدا کی مشیت کے تابع ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ) وہ جو سچ لے کر آئے اور جنہوں نے سچ کی تصدیق کی وہی متقین ہیں ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس۔ (سورہ الزمر آیت-۳۳-۳۴)

رب تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔

﴿اور انہیں کیا یہی بُرا لگا کہ اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کردیا﴾ سورۃ التوبۃ آیت: ۷۴ پارہ نمبر ۱۰ رکوع نمبر ۱۶

جس کے پاس کچھ نہ ہو یا پاس تو بہت کچھ ہو لیکن اختیار نہ ہو تو وہ غنی کیسے کریگا؟

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ سورۃ التوبہ-۵۹

ترجمہ: اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں دیا۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف عطا کی اور غنی کرنے کی نسبت کرنا صحیح ہے اگر یہ شرک ہوتا تو قرآن میں اللہ تعالیٰ ان کی طرف یہ نسبت نہ کرتا شرک اس لئے نہیں کہ الفاظ ایک جیسے ہیں لیکن معنیٰ میں فرق ہے خدا تعالیٰ ذاتی طور پر غنی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی عطا سے۔

قاعدہ: جہاں نبی ﷺ سے کہلوایا گیا ہے کہ میں اپنے اور تمہارے نفع کا مالک نہیں ہوں وہاں اللہ کی مرضی کے بغیر ملکیت مراد ہے۔ اس کی مثال یہ ہے ﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًاوَّلا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ ۔﴾ تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے بُرے کا خودمختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (سورہ الاعراف:۱۸۸)

ان جیسی تمام آیات سے مراد یہ ہے کہ رب تعالی کے اذن کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا ہر چیز میں اُس کی اجازت کا حاجت مند ہوں۔

جہاں فرمایا گیا کہ رسول اللہ غنی کرتے ہیں وہاں بعطاء الٰہی اللہ کے ارادے سے غنی کرنا اور دینا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- ﴿وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

﴿اور انہیں کیا یہی بُرا لگا کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا﴾ سورۃ التوبۃ آیت:۷۴ پارہ نمبر۱۰ رکوع نمبر۱۶

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اُسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے نعمت دی۔ (سورۃ الاحزاب:۳۷)

ان جیسی آیات سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ غنی کرتے ہیں نعمت دیتے ہیں ان سے یہی مراد ہے کہ اللہ کے حکم، اللہ کے ارادہ اور اذن سے نعمتیں بھی دیتے ہیں اور فضل بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا دونوں قسم کی آیات میں تعارض نہیں۔ (علم القرآن قاعدہ نمبر(۲۷) ص۱۳۰) از مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اگر ذاتی اور عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو ہزار ہا آیات اور احادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔

عارف باللہ مفسر قرآن علامہ احمد صاوی کا عقیدہ:

فَمَنْ زَعَمَ اَنَّ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم كَاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ لايَمْلِكُ شَيْئًا اَصْلًا وَّلا نَفَعَ بِهٖ لا ظَاهِرًا وَّلابَاطِناً فَهُوَ كَافِرٌ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ پس جس نے گمان کیا کہ نبی ﷺ لوگوں کے برابر ہیں کسی چیز کے مالک نہیں نہ ان سے نفع پہنچتا ہے نہ ظاہر طور پر نہ باطن طور پر تو وہ کافر ہے اور اُس کی دنیا و آخرت برباد ہے۔ تفسیر صاوی (جلد ا ص ۱۵۸)

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نمازیں معاف کرنے کا اختیار ہے:

عن فضالة رضى الله تعالى عنهما قَالَ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صلى اللّٰهُ تعالىٰ عليه وسلم فَاَسْلَمْتُ عَلَّمَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ تعالىٰ عليه وسلم فَكَانَ فِيْمَا عَلَّمَنِىْ: وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ هٰذِهٖ سَاعَاتٌ لِىْ فِيْهَا اَشْغَالٌ فَمُرْنِىْ بِاَمْرٍ جَامِعٍ إِذَا اَنَا فَعَلْتُهٗ اَجْزَاَ عَنِّىْ . فَقَالَ : حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ - وَمَاكَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا- فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ ؟فَقَالَ : صَلاةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلاةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا .

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام قبول کیا تو آپ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور مجھے حکم دیا کہ پانچ نماز پڑھا کروں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ نماز کے اوقات ایسے ہیں جن میں میں کام میں مشغول ہوتا ہوں آپ مجھے کسی ایسے جامع کام کا حکم فرمائیں کہ جب میں وہ کرلوں تو یہ میری طرف سے کفایت

کر جائے تو حضورﷺ نے فرمایا: عصرین کی نمازوں پر پابندی کرلو میں عرض کیا یارسول اللہ! عصرین کیا ہیں کیونکہ عصرین ہماری لغت میں نہ تھا آپ نے ارشادفرمایا: سورج نکلنے اور غروب ہونے سے قبل کی (دو) نمازیں۔((أبوداؤد حدیث: ۴۲۸ کتاب الصلاۃ باب المحافظۃ فی وقت الصلوات احمد حدیث ۱۸۵۴۵ (الامن والعلی ص:۱۷۱))

جولوگ حضورﷺ کو اپنی مثل کہتے ہیں کسی کو ایک رکعت یا ایک سجدہ معاف کر کے دکھائیں تو پتہ چلے اگر حضورﷺ بے اختیار تھے تو نمازیں کیسے معاف کردیں اس لئے کوئی مانے نہ مانے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے　　　محبوب کیا مالک ومختار بنایا

بے یارومددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے　　　ایسوں کا تجھے یارومددگار بنایا

حضرت عثمان بن أبی العاص رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ رسول اللہ ﷺ کو زکوۃ اور جہاد معاف کرنے کا اختیار ہے

عن عثمانَ بْنِ أبی العاصِ رضی الله تعالی عنه :((اَنَّ وَفْدَ ثَقِيْفَ لَمَّا قَدِمُوْا عَلَی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُوْنَ اَرَقَّ لِقُلُوْبِهِمْ، فَاشْتَرَطُوْا عَلَيْهِ اَنْ لَايُحْشَرُوْا وَلَايُعْشَرُوْا وَلَا يُجَبُّوْا،فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:لَكُمْ اَنْ لَا تُحْشَرُوْا وَلَا تُعْشَرُوْا ،وَلَاخَيْرَ فِیْ دِيْنٍ لَيْسَ فِيْهِ رُكُوْعٌ)).

حضرت عثمان بن أبی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہﷺ کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہونگے ،زکوۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، آپﷺ نے فرمایا: جہاد میں شریک نہ ہونے اور زکوۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے لیکن اُس دین میں کوئی خیر نہیں جس میں نماز نہ ہو۔((۔أبوداود حدیث: ۳۰۲۶ کتاب الخراج باب ماجاء فی خبر الطائف احمد ۱۷۲۳۵، شرح مسلم سعیدی ۳/۶۸۳))

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضوراللہ کے اذن سے نماز وزکوۃ معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں ورنہ وہ سوال ہی نہ کرتے اگر سوال کرہی دیا تھا تو حضورﷺ فرمادیتے میں بھی تم جیسا ہوں نمازیں یا زکوۃ معاف کرنا میرے اختیار سے باہر ہے لیکن حضورﷺ نے زکوٰۃ اور جہاد معاف کر کے ثابت کردیا کہ میرے متعلق صحابہ کرام کا عقیدہ برحق ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہوں اس لئے جو عقیدہ صحابہ کرام اور رسول اللہﷺ کا وہی عقیدہ ہم اہل سنت والجماعت کا ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ سرکار جنت بھی عطا فرماسکتے ہیں:

عن ربيعة بن كعب الاسلمی رضی الله عنه قَالَ:كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَاَتَيْتُهُ بِوَ ضُوْئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لی : ((سَلْ)) فَقُلْتُ: اَسْاَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ : ((اَوَ غَيْرَ ذَلِكَ)) قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ قَالَ: ((فَاَعِنِّی عَلَی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ)) ۔ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا (دریائے رحمت جوش میں آیا) فرمایا،، مانگ کیا مانگتا ہے،، میں نے عرض کی میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے کہا مجھے

یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔ مسلم حدیث-۴۸۹ کتاب الصلوۃ باب فضل السجود، مشکوۃ حدیث-۸۹۶ کتاب الصلوۃ باب السجود وفضلہ))

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات

مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

رسول اللہ کا فرمانا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کر دیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جو مطلقا فرمایا کہ ,,مانگو،، اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول اللہ ﷺ کے مکرم ہاتھ میں ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

لاورب العرش جس جوملا ان سے ملا

بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ایک طرف صحابہ کرام کا یہ اور ائمہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ دنیا جہاں کی تمام نعمتیں یہاں تک کہ جنت بھی عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں لیکن دوسری طرف اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ ,,جس کا نام محمد یا علی ہے اسے کسی چیز کا اختیار نہیں،، (تفویۃ الایمان) لہذا یہ لوگ ہر گز سنی نہیں ہو سکتے ان کے اور صحابہ کے عقیدہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اختیار متعلق چند احادیث اور ملاحظہ ہوں۔

چھ ماہ بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبُردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی (بخاری ۹۶۸) الامن والعلیٰ: ۱۵۹)

روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لئے کھانا جائز قرار دیا۔ (بخاری حدیث: ۱۹۳۶ کتاب الصوم)

مردوں کے لئے ریشم پہننا بالعموم حرام فرمادیا (ترمذی ۱۷۲۰) لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو خارش کی بنا پر ریشم پہننے کی اجازت دی۔ (بخاری ۵۸۳۹ کتاب الأشربۃ، مسلم ۲۰۷۶ کتاب اللباس، مشکوۃ ۴۳۲۶،)

مردوں کے لئے سونا بالعموم حرام کر دیا لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی۔ (احمد ۱۸۱۲۸ سلسلہ احادیث الصحیحہ: ۱۷۵۱، الامن والعلی: ۱۲۶) ابن ابی شیبہ ۲۸۱/۸

ہر مسلمان پر روزہ طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلوع آفتاب کے وقت روزہ رکھنے کی اجازت دی۔ (شرح الزرقانی علی المواہب جلد ۵ ص: ۳۲۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)

قرآن مجید نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی (سورہ بقرۃ آیت ۲۸۲) لیکن آپ نے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی

اکیلی اور تنہا گواہی کو دو کے برابر قرار دیا۔(ابوداود حدیث ۳۶۰۷، الامن والعلی ص۱۶۲)

قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی (سورۃ النساء ۳۴) لیکن آپ ﷺ نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا۔(بخاری)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ کہ حضور ﷺ قاسم نعمت ہیں:

عن معاوية رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔(بخاری کتاب العلم حدیث:۷۱)(مسلم کتاب زکاہ الحدیث:۱۰۳۸)(مشکاۃ کتاب العلم الحدیث:۲۰۰)

اس سے معلوم ہوا کہ دین ودنیا کی ساری نعمتیں علم، ایمان مال، اولاد وغیرہ دیتا اللہ ہے بانٹتے حضور ہیں جسے جو ملا حضور کے ہاتھوں ملا کیونکہ یہاں نہ اللہ کی دین میں کوئی قید ہے نہ حضور کی تقسیم میں لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ آپ صرف علم بانٹتے ہیں ورنہ پھر لازم آئے گا کہ خدا بھی صرف علم ہی دیتا ہے خیال رہے کہ حضور کی عطا یکساں ہے مگر لینے والوں کے لینے میں فرق ہے بجلی کی پاور یکساں آتی ہے مگر مختلف طاقتوں کے بلب بقدر طاقت پاور کھینچتے ہیں پھر جیسا بلب کا شیشہ ویسا اس کا رنگ حنفی شافعی ایسے ہی قادری چشتی ہیں مختلف رنگ کے مگر سب میں پاور ایک ہی ہے ایک ہی سمندر سے تمام دریا بنے مگر راستوں کے لحاظ سے اُن کے نام الگ الگ ہوگئے ایسے ہی قادری چشتی اُن سینوں کے نام ہیں جن سے یہ فیض آ رہا ہے۔(مرآۃ شرح مشکاۃ از مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ ۱/۱۸۷)

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

انور شاہ کشمیری دیوبندی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

کہ حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہراً اور صورۃً دینے والے بھی رسول اللہ ﷺ ہیں اور تقسیم کرنے والا بھی رسول اللہ ﷺ ہیں اور یہاں ظاہر ہی مراد ہے کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہر ہی کا اعتبار ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور ﷺ اور تقسیم کرنے والے بھی حضور ﷺ تو آپ نے عطا کی نسبت اللہ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عطاء کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے

تواضعاً اللہ کی طرف عطاء کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی۔ (فیض الباری ۱/۱۷۱)

شارح مشکوۃ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آپ علم اور مالِ غنیمت اور اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کو بشارت اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہو اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں جیسا کہ اس بات پر مفعول کا محذوف کرنا دلالت کرتا ہے تا کہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالی یہ چیز دیتا ہے اور حضور تقسیم کرتے ہیں۔ (مرقات ۹/۱۰۵، شرح مسلم سعیدی ۲/۹۶۴)

ے ہے خدا بھی ہمیں مصطفےٰ سے ملا
اس سے بڑھ کر عطاء اور کیا چاہیے
دونوں عالم کی دے کر ہمیں نعمتیں
پوچھتے ہیں بتا اور کیا چاہیے

عقیدہ حاضر و ناظر:

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:-

عالم میں حاضر و ناظر ہونے کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کفِ دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کر لے اور ہزاروں میلوں پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اُسی جسم کے ساتھ ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے ان سب معنیٰ کا ثبوت قرآن وحدیث واقوال علماء سے ہے۔ (جاء الحق)

یعنی حاضر و ناظر ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک جگہ رہ کر سارے عالم کو دیکھنا۔ آن کی آن میں سارے عالم کی سیر کر لینا۔ ایک وقت میں چند جگہ ہونا۔

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

إنَّ نظرية الحاضر والناظر لاتتعلق بجسمه الأقدس الخاص ولا ببشريته ﷺ بل إنما تتعلق بنورانيته وروحانيته. بیشک مسئلہ حاضر و ناظر خاص جسم اقدس اور بشریت مبارکہ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا اس تعلق نورانیت اور روحانیت کے ساتھ ہے۔ (من عقائد اہل السنہ ص ۳۶۵)

آیت کریمہ

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا ڈر سناتا۔ سورۃ الاحزاب آیت: ۴۵ پارہ (۲۲) رکوع (۳)

شاہد کا معنی ہے حاضر و ناظر کیونکہ شاہد شہود اور شہادت سے مشتق ہے

مفردات امام راغب میں ہے

اَلشُّهُوْدُ والشَّهَادَةُ الْحَضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ إِمَّا بِالْبَصَرِ أو بِالْبَصِيْرَةِ۔

شہوداور شہادت کا معنی ہے حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔

نماز جنازہ میں پڑھتے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا﴾ اے اللہ ہمارے زندوں مُردوں حاضر اور غائب کو بخش دے۔ اگر شاہد کا معنی گواہ بھی کیا جائے تب بھی ہمارے خلاف نہیں اس لئے کہ گواہ کو بھی گواہ (شاہد) اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقع پر موجود ہوتا ہے وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اُس کو بیان کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضور ﷺ دنیا اور آخرت میں ہر مومن کے قریب ہیں:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، اقْرَؤُوْا إِنْ شِئْتُمْ: ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن نہیں مگر میں دنیا اور آخرت میں اس کا سب سے قریبی ہوں اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے بھی زیادہ مالک ہے۔ (بخاری حدیث:۲۳۹۹ کتاب الاستقراض مشکاۃ حدیث ۳۰۴۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

رسول اللہ ﷺ پرہیزگاروں کے قریب ہیں:

عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال: لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ ورَسُوْلُ اللهِ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: يَامُعَاذُ إِنَّكَ عَسَى أَنْ لَّاتَلْقَانِي بَعْدَ عَامِي هَذَا أَوْ لَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هَذَا أَوْ بِقَبْرِيْ فَبَكَى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ؟ فَقَالَ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا.

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ انہیں الوداع کرنے کے لئے نکلے آپ انہیں وصیت فرما رہے تھے حضرت معاذ سوار تھے اور رسول اللہ ﷺ اُن کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے جب (وصیت سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: اے معاذ ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو غالباً اب تم میری مسجد یا میری قبر پر گذرو گے تو جناب معاذ رسول اللہ ﷺ کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے پھر حضور ﷺ واپس ہوئے اور اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا اور فرمایا: لوگوں میں مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں وہ جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ (احمد ۲۱۵۴۷ سلسلہ احادیث الصحیحہ للبانی حدیث ۲۴۹۷، مشکوۃ حدیث ۵۲۲۷ کتاب الرقاق)

اس فرمان عالی میں پانچ غیبی خبریں ہیں

ایک یہ کہ ہم عنقریب وفات پا جائیں گے دوسرے یہ کہ ہماری وفات مدینہ منورہ میں ہوگی تیسرے یہ کہ ہماری قبر انور مسجد نبوی شریف میں ہوگی چوتھے یہ کہ حضرت معاذ ہماری زندگی میں وفات نہ پائیں گے پانچویں یہ کہ حضرت معاذ ہماری قبر پر زیارت کے لئے آئیں گے یہ پانچوں باتیں علوم خمسہ سے ہیں یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا علم۔

اس فرمان عالی کے چند مقصد ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اے معاذ تم اس ظاہری فرق سے غم نہ کرو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو تو جہاں بھی رہو گے میرے قریب ہی رہو گے، دوسرے یہ کہ تا قیامت مسلمان تقویٰ پرہیزگاری کے ذریعہ مجھ سے قریب ہو سکیں گے، زبان، وطن، قومیت ہم سے قریب کرنے کے لئے کافی نہیں قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے آؤ اور حضور کے پاس ارادت کے قدم سے پہنچو ہم صرف مدینے میں نہیں رہتے ہم کے عاشقوں کے سینے میں رہتے ہیں بعض حضور کے قریب دار مکہ میں رہ کر حضور سے دور رہے جیسے ابولہب بعض دور رہ کر حضور سے قریب رہے جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ۔ (مرقات اشعۃ اللمعات ، مراۃ)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ:

عن عمر رضی الله عنه قال :اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذَلِكَ عِنْدِیْ مَالًا فَقُلْتُ الْيَوْمَ اَسْبِقُ اَبَابَكْرٍ إنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِی فَقَالَ رسولُ اللهِ ﷺ مَا اَبْقَيْتَ لأَهْلِكَ قُلْتُ مِثْلَهُ وَاَتَى اَبُو بكرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا أبابكرٍ مَا اَبْقَيْتَ لأَهْلِكَ فَقَالَ اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ ورَسُولَهُ قُلْتُ وَاللهِ لاأَسْبِقُهُ إلَى شَیءٍ اَبَدًا.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم دیا اتفاقاً اس وقت میرے پاس مال بہت تھا تو میں نے سوچا کہ اگر میں کسی دن حضرت ابوبکر سے بڑھ سکا تو آج بڑھ جاؤں گا فرماتے ہیں کہ میں اپنا آدھا مال لایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے بال بچوں کے لئے کیا چھوڑا میں نے کہا کہ اتنا ہی اور ابوبکر سارا وہ مال لے آئے جو اُن کے پاس تھا فرمایا ابوبکر تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا رکھا عرض کیا کہ میں نے اُن کے لئے اللہ و رسول کو رکھا میں نے سوچا کہ میں کسی چیز میں ان سے آگے نہ بڑھ سکوں گا۔ ((ترمذی حدیث ۳۶۷۵ کتاب المناقب، ابوداود حدیث ۱۶۷۸ کتاب الزکوٰۃ، مشکوٰۃ حدیث ۶۰۳۰ کتاب المناقب))

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

سبحان اللہ کیا پیارا جواب ہے کہ میں نے گھر والوں کے لئے اللہ اور رسول کو چھوڑا حالانکہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں ابوبکر صدیق کے سامنے بیٹھے ہیں لیکن کہہ رہے ہیں کہ میں نے گھر والوں کے لئے اللہ اور رسول کو چھوڑا ہے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدین کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ جسماً ایک جگہ رہ کر بھی نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ ہو سکتے ہیں رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر تردید نہیں فرماتے کہ ابوبکر کیا کہہ رہے ہو میں تو تمہارے سامنے موجود ہوں لیکن تم کہہ رہے ہو کہ میں گھر والوں کے لئے اللہ اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں اگر یہ عقیدہ شرک و بدعت ہوتا تو رسول اللہ فوراً روک دیتے معلوم ہوا اللہ رسول پر توکل شرک نہیں عین ایمان ہے۔

لا مکاں تک اجالا جس کا وہ ہے

ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ

شخص واحد متعدد مقامات میں:

شیخ الحدیث علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:۔

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے بلکہ بالفعل واقع ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) درمیان کے پردے اٹھا دیئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

(۲) ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہے اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں۔ جیسے ٹی وی میں ہوتا ہے۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لئے ٹی وی بہت معاون ہو سکتا ہے بلکہ اب تو ایسا ٹیلی فون آ گیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے جو چیز آلات کے ذریعے سے واقع ہو رہی ہے کیا وہ اللہ تعالٰی کی قدرت میں نہیں ہو گی؟ یقیناً ہو گی تو استبعاد کیوں؟

(۳) اللہ تعالٰی شخص واحد کے لئے متعدد اجسامِ مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے ان میں متصرف اور کنٹرول کرنے والی ایک ہی روح ہوتی ہے اس سے وہ تکثر جزئی لازم نہیں آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں۔ کیونکہ وحدت اور تعداد کا مدار روح پر ہے۔ جب روح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا چاہے اجسام مختلف ہوں۔ (من عقائد اہل السنۃ عربی ص ۳۴۵)

اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ بطور خرق عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہو سکتے ہیں۔

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

مسلمانوں کے بچے جنت کے ہر دروازہ پر بیک وقت موجود ہونگے:

عن قُرَّةَ المزنی رضی الله عنه قال : إنَّ رَجُلًا كَانَ يَأتِي النَّبِيَّ ﷺ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أتُحِبُّهُ فَقَالَ يَارَسُولَ اللهِ أحَبَّكَ اللهُ كَمَا أُحِبُّهُ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَافَعَلَ ابْنُ فُلانٍ قَالُوا يارسُولَ اللهِ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأبِيْهِ أمَا تُحِبُّ أنْ لَاتَأتِيَ بَابًا مِنْ أبْوَابِ الْجَنَّةِ إلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ الرَّجُلُ يارسُولَ اللهِ ألَهُ خَاصَّةً أوْ لِكُلِّنَا قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ.

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بچے کو ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا کرتا تھا تو اُس سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اُس نے کہا اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں پھر نبی ﷺ نے اُس کے بیٹے کو نہیں دیکھا تو آپ نے پوچھا فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ فوت ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اُس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اُس دروازہ پر (پہلے سے) موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو؟ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ آیا یہ بشارت اس شخص کے لئے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم سب کے لئے ہے۔ ((احمد

حدیث:۱۹۸۵۲،مشکوۃ حدیث:۱۷۵۶کتاب الجنائز باب البکاء،شرح مسلم سعیدی جلد ۱ص:۷۵۸))

یہاں صاحبِ مرقات نے فرمایا: فيه اشارة إلى أن خرق العادة من تعدد الأجساد المكتسبة حيث أن الولد موجود في كل باب من أبواب الجنة.

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔(مرقات ۴/۱۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مزید فرماتے ہیں:- جب اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لئے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے جو آنِ واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔(مرقات جلد۴ص ۱۰۹،۳۱)

اور یہ ناممکن بھی نہیں اجسام مثالی لاکھوں ہوسکتے ہیں آئینہ میں اور ٹیلی ویژن میں ایک شخص کے ہزاروں عکس بیک وقت متعدد جگہ موجود ہو جاتے ہیں یہ فقط ایک مثال ہے۔(مراۃ جلد ۲ص:۵۱۹)

جنت کے ایک دروازہ کی چوڑائی چالیس سال کی مسافت ہے (مشکوۃ:۵۶۲۹))اور جنت کے آٹھ دروازے ہیں آپ اندازہ لگائیں کہ جب ایک عام بچہ بہ یک وقت جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوسکتا ہے تو پھر ولی کی شان کیا ہوگی پھر صحابی کی پھر نبی کی اور پھر امام الانبیاء کی اگر ایک بچہ حاضر وناظر ہوسکتا ہے تو پھر نبی ﷺ کے متعلق یہ نظریہ شرک وبدعت کیوں ہوگا کوئی مانے نہ مانے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں اجالا ہمارا نبی ﷺ

حضور ﷺ اور انبیاء کرام کے حاضر وناظر ہونے کی مضبوط دلیل واقعہ معراج ہے:

حضرات محترم معراج شریف واقعہ سے ثابت ہورہا ہے کہ تمام انبیاء کرام زندہ ہیں اور صرف زندہ ہی نہیں باہر بھی آ جا سکتے ہیں اپنے غلاموں کی امداد بھی فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے پینتالیس نمازیں معاف ہوگی اسی کو حاضر وناظر کہتے ہیں واقعہ معراج شریف حیات النبی ﷺ اور حاضر وناظر ہونے کی ایسی قوی دلیل ہے جس کورد نہیں کیا جاسکتا جس کا نبی ﷺ کے فرمان اور واقعہ معراج پر ایمان ہے وہ نبی ﷺ کی حیات اور مسئلہ حاضر وناظر کا انکار نہیں کرسکتا ہے اور جس کا اس حدیث پر اور واقعہ معراج پر ایمان نہیں نہ وہ اہل حدیث نہیں ہوسکتا اور جو اہل حدیث نہیں اور نہ اہل سنت کچھ لوگ اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ منکر حدیث اور وہابی ہیں میں یہ بات پوری ذمہ داری سے اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ جو احادیث مبارکہ پر دل سے ایمان لے آئے وہ بدعقیدہ نہیں رہ سکتا مندرجہ ذیل واقعہ میرے اس دعویٰ کی تصدیق کرے گا۔

خطیب اہلحدیث کا واقعہ معراج سن کر سُنّی ہونا:

واقعہ معراج شریف ایسا ایمان افروز واقعہ ہے جو دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیتا ہے اور اسی واقعہ کو سن کر قاری محمد جاوید اقبال غیر مقلد خطیب مرکزی مسجد اہل حدیث کا مونکی گوجرانوالہ (پاکستان) نے غیر مقلدیت کو چھوڑ کر مسلک حق اہل سنت کو قبول کیا پہلے وہ گوجرانوالہ جامع مسجد غازی گل روڈ حمید کالونی میں اہل سنت کا خطیب تھے (آج کل وہ ''چھانگا مانگا،، میں رہائش پذیر ہیں) انہوں نے غیر مقلدیت سے سنی حنفی بننے کا پورا واقعہ بقلم خود لکھ کر شائع کیا ہے اور یہ واقعہ کتاب ,,میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوتِ اسلامی،، کے آخر میں چھپا ہوا ہے جس کا دل چاہے اس واقعہ کی تحقیق کرے میں صرف اس کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔

قاری جاوید صاحب لکھتے ہیں:-

۱۷ اپریل ۱۹۸۶ء بروز بدھ جامع مسجد اہلحدیث ہیڈ بمبانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں ایک جلسہ عام بسلسلہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا جس میں خطابات کے لئے حبیب الرحمٰن یزدانی حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، محمد حسین شیخوپوری، حافظ عبدالقادر روپڑی کو بلایا گیا اس جلسہ کی نقابت میرے ذمہ تھی۔ دورانِ تقریر حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری نے معراج مصطفٰی ﷺ بیان کرتے ہوئے کہا کہ معراج کی رات اللہ کے پاک پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے انبیاء کو نماز پڑھائی میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ ایک طرف ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی مر کر مٹی ہو چکے ہیں (نعوذ باللہ) دوسری طرف ہمارے مناظر صاحب کہہ رہے ہیں کہ نبی ﷺ کو انبیاء کرام کو نماز پڑھائی دوسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھائی اور کون کون سی آیات قرآن مجید کی پڑھیں اور پیچھے انبیاء علیہم السلام نے کیا پڑھا تیسرا سوال یہ پیدا ہوا کہ معراج کی رات جو اللہ تعالی نے پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ پچاس سے پانچ کروانے میں جو وسیلہ بنتے ہیں جن کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔ چھٹے آسمان پر روح تھی یا کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بمعہ جسم موجود تھے۔ یہ تینوں سوال تھے۔ اس کانفرنس میں، میں نے تین رقعے لکھ کر دیئے۔ لیکن جواب نہ مل سکا۔ بہر حال دوسرے مقرر کی تقریر کا وقت ہوا۔ میں نے دوسرے مقرر کا نام لینے سے پہلے ان تینوں سوالوں کو دہرایا۔ تاکہ مقرر میرے سوالوں کا جواب دے سکے۔ جلسہ انتشار کی نظر ہوا مقررین کے چہروں کے رنگ تبدیل ہو چکے تھے۔ وقت گذرتا گیا ۔ بعد ازاں قلعہ کچھمن سنگھ والی کانفرنس کا وقت آ گیا۔ اُس میں بمب کا دھما کہ ہو۔ اجس میں حبیب الرحمٰن یزدانی اور احسان الٰہی ظہیر موت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۸۷ء کو بروز اتوار جامع مسجد محمدیہ اہل حدیث محلّہ فیصل آباد گوجرانوالہ میں بیاد شہداء اہل حدیث کانفرنس منعقد ہوئی جس میں شمشاد احمد سلفی، معین الدین لکھنوی، حافظ عبداللہ شیخوپوری، حافظ عبدالقادر روپڑی وغیرہ علماء قابل ذکر ہیں۔ میں نے وہاں پر بھی سوالات دہرائے۔ جوابوں سے مطلع نہ کیا گیا۔ بلکہ جھڑک کر بٹھا دیا گیا۔ میں کب باز آنے والا تھا۔ جلسہ کے اختتام پر میں حافظ عبداللہ شیخوپوری سے پھر سوال کیا۔ لیکن یہ کہہ کر ٹال دیا گیا۔ یہ کوئی خاص مسائل نہیں ہیں۔ جس پر تم بضد ہو۔ کوئی اور بات کریں۔ لیکن میرا ذہن مطمئن نہیں تھا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات آتے تھے۔ دل پریشان تھا۔ آخر کس کے پاس جاؤں کس سے مسائل حل کراؤں اس دوران کا کچھ کتب کا مطالعہ کیا مثلا ''صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، کتاب الوسیلہ، کتاب التوحید، تحفۃ الوہابیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، رسالہ الامداد، حفظ الایمان، فتاوی رشیدیہ وغیرہ ان چند کتب کی کفریہ عبارات پڑھ کر دل بہت بیزار ہوا۔

کچھ ہی دنوں بعد اہلحدیثوں اور سنیوں میں مناظرہ ,,اختیار مصطفٰی ﷺ،، ہونا قرار پایا۔ کاچھو پورہ لاہور جامع مسجد رحمانیہ اہل حدیث اور

جامعہ مسجد غوثیہ رضویہ جگہ مقرر کی گئی۔ اہل حدیثوں کی طرف سے حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری، حافظ عبدالقادر روپڑی، شمشاد احمد سلفی مقرر ہوئے اور محمد حنیف روپڑی صاحب صدر مناظر مقرر ہوئے اور سنیوں کی طرف سے علامہ عبدالتواب صدیقی اور دوسرے علماء تھے۔ میں اس مناظرہ میں بطور معاون تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے ذہن میں جو مسائل کے بارے میں خلش ہے وہ دور ہو جائے گی۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۷ء اور جمعرات کا دن تھا۔ میں نے مناظرہ شروع ہونے سے قبل یہ تینوں سوالات رفیق احمد سلفی سے پوچھے۔ انہوں نے دوسری طرف رخ کر لیا۔ قصہ مختصر جواب ندارد۔ آخر کار میں ہمت کر کے سنیوں کے اسٹیج پر پہنچا علامہ عبدالتواب صدیقی صاحب کے آگے سوالات کا پرچہ رکھا۔ تو انہوں نے سترہ احادیث مبارکہ حیات النبی ﷺ کے متعلق لکھ کر دیں اور کہا کہ جاؤ اپنے مناظرین سے ان احادیث کے متعلق پوچھو۔ آیا یہ احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں یا کہ نہیں۔ صحیح ہیں یا ضعیف ہیں۔ میں وہ احادیث لے کر اپنے مناظرین کے پاس آیا اور حافظ عبداللہ شیخوپوری سے پوچھا کہ یہ احادیث کہاں پر ہیں؟ صحیح ہیں یا ضعیف ہیں؟ تو جواب ملا کہ ان میں تین احادیث صحیح ہیں باقی ضعیف ہیں۔ تو میں نے کہا کہ اگر تین حدیثوں پر بھی ہمارا ایمان ہو تو معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں لہذا ہمارا عقیدہ من گھڑت ہے۔ گستاخانہ ہے۔ لعنت ہے ایسے عقیدے پر جس میں انبیاء کی توہین ہو۔ میں ایسے بُرے گندے اور گستاخانہ عقیدے سے توبہ کرتا ہوں۔ اتنی باتیں کر کے جب میں سنیوں کے اسٹیج پر پہنچا تو علامہ عبدالتواب صاحب نے اعلان کیا کہ سنیوں تم کو مبارک ہو کہ تم نے مناظرہ جیت لیا ہے۔ لوگوں نے کہا علامہ صاحب کیسے؟ تو صدیقی صاحب نے کہا یہ "قاری جاوید اقبال،، گستاخ اور گندے عقیدے سے توبہ کر کے مسلک حق اہل سنت میں آ چکے ہیں۔ پھر کیا تھا وہابیوں نجدیوں کی تو نانی مر گئی اور سنیوں کے اسٹیج سے نعرۂ تکبیر نعرۂ رسالت اور نعرۂ غوثیہ اور مسلک حق اہل سنت والجماعت زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ وہاں سے پھر جلوس کی شکل میں داتا دربار حاضری ہوئی۔ دربار شریف میں پہلی حاضری تھی سلام کے بعد صدیقی صاحب کہنے لگے قاری صاحب "شان اولیاء،، بیان کریں اپنا تائب ہونے کا واقعہ مختصر بیان کریں۔ اپنا واقعہ تو بیان کر سکتا تھا۔ اولیاء کرام کی شان کیسے بیان کرتا۔ کیا معلوم تھا کہ ولیوں کی شان کیا ہوتی ہے۔ صدیقی صاحب نے مجھے پانی دیا کہ قاری صاحب یہ داتا سرکار کی سبیل کا پانی ہے پی لیں۔ وہ پانی کیا تھا جیسے جیسے پیتا گیا دل میں نورانیت پیدا ہوتی رہی۔ پھر کیا تھا میں نے تقریباً ایک گھنٹہ پچیس منٹ شان اولیاء بیان کی۔ تمام رات مبارک بادیوں میں گذر گئی۔

۱۴- اکتوبر ۱۹۹۸ء کو میرے خاندان والوں نے میرے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا بلکہ قتل کا پچاس ہزار روپیہ دینا مقرر ہوا قاتل کو نصف قیمت پہلے ادا کی گئی اور نصف قتل کے بعد دینی قرار پائی...... (میں وہابی سے سنی کیسے ہوا؟ اور کیوں ہوا)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قاری صاحب کا ٹیلی فون نمبر یہ ہے جو چاہے رابطہ کر سکتا ہے۔ (۰۳۰۰۷۵۲۶۰۴۴) ایک اور دیوبندیوں کے جید عالم دین کئی کتابوں کے مصنف مولانا سعید احمد قادری ۳۶ سال دیوبندی رہنے کے بعد سنی ہو گئے ہیں اب یہ چشتیاں میں ہیں بلکہ تقریباً ۲۱ علماء کرام سنی ہوئے ہیں سنیوں کو چاہئے کہ ایسے علماء کرام کی حوصلہ افزائی کریں اور رد وہابیت کے ہیں ان کو اپنے ہاں مدعو کریں اور ان حضرات کو جلسوں میں مدعو کرنے کے لئے حضرت علامہ کاشف مدنی صاحب (۰۳۰۰۴۱۲۸۹۹۳) اور حضرت علامہ غلام مرتضی ساقی صاحب (۰۳۰۰۷۴۲۲۴۶۹) سے رابطہ کریں جاوید اقبال صاحب اور سعید قادری صاحب کی کیسٹیں بھی مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سے دستیاب ہیں

مقامات سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ازقلم: محمد صدیق ضیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام میں سبقت: آپ نے اول بعثت ہی میں سب سے سبقت کی اور مشرف باسلام ہو گئے۔ علمائے سیرت کا اس اس میں اختلاف ہے کہ اول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ، یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ احرار بالغین (آزاد مردوں) میں سے قبول اسلام میں کسی نے حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) سے سبقت نہیں کی اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے کسی نے قریش میں سے قبول کا اظہار کیا۔ (ازالۃ الخفاء جلد دوم: ص ۲۱)

لقب مبارک: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم آتش دوزخ سے آزاد ہو تو اسے چاہئے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے۔ (ازالۃ الخفاء جلد اول ص: ۱۹۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر صدیق نام رکھا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ تصدیق معراج کے باعث حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب صدیق ہوا (مختصراً) (ازالۃ الخفاء اول ۱۹۲، ۵۹۴، ۴۳۳)

افضلیت بلحاظ احسان ومنت: آنحضرت ﷺ نے فرمایا "لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے بلحاظ اپنے مال کے اور بلحاظ میری صحبت میں رہنے کے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کی مکافات کر دی بجز ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے کہ ان کے جس قدر ہم پر احسانات ہیں ان کی مکافات اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ مجھے جو نفع ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مال نے پہنچایا اور کسی کے مال نے نہیں پہنچایا اور یہ اشارہ ہے افضلیت باعتبار اعانت آنحضرت ﷺ اور افضلیت باعتبار ترویج اسلام۔ (ازالۃ الخفاء اول ۵۸۵)

مقامِ رضا اور رب کا سلام: ایک روز حضرت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت جبریل اس وقت آئے اور کہنے لگے "اے محمد ﷺ کیا بات ہے کہ آج میں ابوبکر کو ایک کمبل اوڑھے ہوئے دیکھتا ہوں۔ فرمایا اے جبریل انہوں نے اپنا سارا مال قبل فتح مکہ مجھ پر خرچ کیا۔ حضرت جبریل نے عرض کیا اللہ تعالیٰ ان پر سلام بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ ان سے پوچھو کہ تم اس فقر میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، کیا میں اپنے پروردگار سے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اپنے پروردگار سے راضی ہوں۔ (تین دفعہ فرمایا)۔ (ازالۃ الخفاء اول ۵۷۳، جلد دوم ۴۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مال خیرات کرنے حکم دیا۔ میں اپنے گھر مال لینے گیا اور ارادہ کیا کہ آج میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا اگر ممکن ہوا۔ چنانچہ میں نصف مال لیا اور نصف گھر کے لئے چھوڑا۔ جب مال لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا، گھر کے لئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا نصف۔ اور حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا کل مال لے آئے تھے، ان سے آنحضرت ﷺ نے پوچھا، اپنے اہل وعیال کے لئے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا۔ (ازالۃ الخفاء اول ۳۷۴، ۳۷۵)

منصبِ وزارت: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں، چنانچہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیل اور میکائیل (علیہما سلام) ہیں اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔ (ازالۃ الخفاء اول ۱۹۷، ۵۸۵، ۳۵۰، ۳۷۰)

سب پر مقدم: سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بجائے وزیر کے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان سے پہلے تمام امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ حضور ﷺ کے ثانی تھے اسلام میں، اور ثانی تھے غار میں اور ثانی تھے عریش میں بروز بدر اور قبر میں بھی ثانی ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان پر کسی کو مقدم نہ رکھتے تھے۔

آپ کی منقبت اور سرکار ﷺ کا تبسم: حاکم نے حبیب بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ جبکہ آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا' کیا تم نے ابوبکر کی تعریف میں کچھ اشعار کہے ہیں، وہ مجھے سناؤ'۔ حضرت حسان نے جواب دیا ہاں، میں نے کچھ اشعار کہے ہیں وہ یہ ہیں (ترجمہ)

''حضرت صدیق غار شریف میں رسول خدا کے ساتھ ثانی اثنین تھے۔ جب حضرت صدیق اور رسول اللہ ﷺ دونوں پہاڑ پر چڑھے اور غار میں مخفی ہوئے تو دشمنوں نے غار کو گھیر لیا وہ یعنی حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں، اس بات کو سب جانتے ہیں اور حضرت نے کسی مخلوق کو ان کے برابر نہیں سمجھا۔ یہ اشعار سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا'' (ازالۃ الخفاء اول ۲۲۴)

شجاعت: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا' اگر آپ نہیں تو پھر ہم نہیں جانتے کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شجاع ترین مردم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے دیکھا کہ جب قریش نے آنحضرت ﷺ کو گھیر لیا اور کوئی مارتا اور کوئی دھکیلتا اور کہتا جاتا، تم نے ہی تمام معبودوں کو ایک کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم میں سے کوئی نزدیک نہیں گیا بجز ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ آپ جا کر کسی کو مارتے اور کسی کو دھکیلتے۔ (ازالۃ الخفاء اول ۵۷۵)

حضرت امام باقر اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گواہی: سالم بن ابی حفصہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے محمد بن علی وجعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ عادل امام تھے ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بیزار ہیں۔ اس کے بعد جعفر بن محمد (حضرت امام صادق اور حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے التفات فرمایا اور کہنے لگے' اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو برا کہہ سکتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے نانا تھے اگر میں انہیں برا کہتا ہوں تو اور ان کے دشمنوں کو برا نہیں سمجھتا تو مجھے میرے نانا حضرت محمد ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ ابوجعفر سے روایت ہے انہوں نے کہا جو شخص حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کا انکار کرے وہ سنت کا انکار کرتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء اول ۶۰۷)

بیعت خلافت: آنحضرت ﷺ کے وصال مبارک کے موقع پر بہت بڑا اختلاف جو پیدا ہوا بالغرض بیعت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہونا تھا اور یہ وہ اختلاف تھا کہ اگر حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اسے نہ مٹاتے تو مسلمانوں میں اس وقت سے تلوار چلتی اور دین اسلام ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

لہٰذا حضرت صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سقیفہ بنی ساعدہ میں گئے اور اپنے سیف بیان سے اس اختلاف کو قطع کیا۔ راویانِ

حدیث اس بیان کی نقل کرنے میں مختلف ہیں اور ہر ایک نے اس کے متعلق کچھ یاد رکھا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جسمیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ناگہانی اور یکا یک ہونے کا جواب بھی ہے۔اس طرح پر ہے کہ انصار نے کہا،'اے معشر قریش ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے'۔اس وقت خباب بن المنذ ر(انصار میں سے تھے) کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ صرف میں تمہارے اس کام کے لئے کافی ہوں بلکہ میرے بغیر تمہیں چارہ نہیں''۔حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،'ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو'۔اس وقت میں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے چاہا کہ میں کچھ گفتگو کروں مگر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ابھی خاموش رہو۔پھر آپ نے حمد وثنا کے بعد بیان کیا۔

''اے معشر انصار، واللہ ہم آپ لوگوں کے منکر نہیں، نہ ہم آپ کے حقوق کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہم آپکے کاموں کا جو آپ نے اسلام کی خدمت میں کئے۔مگر بات یہ ہے کہ خود آپ لوگ بھی جانتے ہیں کہ عرب میں جو قدر ومنزلت قریش کو حاصل ہے کسی کو نہیں۔عرب بجز قریش کے اور کسی کی خلافت پر ہرگز مجتمع نہ ہوں گے۔اس لئے میں آپ لوگوں کو خوفِ خدا دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آپ تفرقہ نہ ڈالیں اور نہ اس امر کا سبب بنیں کہ اسلام میں کوئی حادثہ پیدا ہو۔میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ ان دونوں (حضرت عمر فاروق اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میں سے جس سے چاہیں بیعت کرلیں کیونکہ یہ دونوں شخص ثقہ ہیں۔حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی بات نہ چھوڑی جو کچھ کہ میں کہنا چاہتا تھا۔آپ نے کہہ دیا بجز اس کہ

''میں یہ بھی کہنا چاہتا تھا کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور یہ میرا قتل کیا جانا بھی بغیر کسی معصیت کے ہو تو یہ مجھے (زیادہ) پسند ہے اس سے کہ میں اس قوم پر امیر بنایا جاؤں جس میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔آپ کے بعد میں نے بیان کیا،اے معاشر انصار اور اے معاشر مسلمین، آنحضرت ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے خلیفہ ہونے کے زیادہ مستحق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔جو غار میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور السابق المبین ہیں (یعنی نیکی میں سب سے زیادہ سبقت کرنے والے) اس کے بعد میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک لیا۔مگر مجھ سے پہلے انصار میں سے ایک شخص نے سبقت کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کرلی۔پھر ان کے بعد میں نے بیعت کی اور پھر اور لوگوں نے بیعت کی۔الخ (ازالۃ الخفاء دوم ۴۹،۵۰)

پھر جب دوسرے روز بیعت عام ہوئی تو سادات اہل بیت رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت سے تخلف کیا اور یہ ایک دوسرا اشکال تھا جو پیدا ہوا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اشکال کو بھی بحسنِ تدبیر اٹھایا۔زہری حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خطبہ سنا جو آپ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے دن منبر پر کہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے بیان کیا کہ میری آرزو تو یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ ابھی اور زندہ رہتے یہاں تک کہ ہم سب کے بعد تک۔لیکن اب اگر آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے آگے قرآن مجید کی روشنی رکھ دی ہے۔جس کے ذریعے تم راہ پا سکو اور اسی کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے (ہمارے لئے) راہ پائی۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے مصاحب خاص اور ثانی اثنین ہیں، یہی اولیٰ ہیں کہ آپ لوگوں کے خلیفہ بنیں، اس لئے اٹھو اور آپ کی بیعت کرلو۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے سقیفہ بنی سعدہ میں ایک جماعت نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی ہوئی تھی اور یہ بیعت عامہ تھی۔نیز حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر کرنے کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ منبر پر چڑھئے اور اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو منبر پر چڑھا دیا اور لوگوں نے بیعت عامہ کی (بخاری شریف)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھے اور آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہ آئے۔ آپ نے پوچھا، کہاں ہیں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انصار میں سے چند لوگ اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی اور آنحضرت ﷺ کے داماد ہیں، کیا آپ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا "نہیں یا خلیفہ رسول اللہ! اور بیعت کرلی۔ (حاکم اس کے راوی ہیں) ازالۃ الخفا اول ۱۵۸)

ابوعمر استیعاب میں حسن بصری سے روایت ہے کہ قیس بن عبادہ کہتے تھے، مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے مرض وفات میں کچھ دن اور کچھ راتیں ایسی تھیں کہ جب اذان ہوتی تو آپ فرماتے کہ اے لوگو! ابوبکر سے کہہ دو وہ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ پھر جب رسول خدا ﷺ نے وفات پائی تو میں نے اس امر پر نظر کی کہ نماز اسلام کی علامت ہے اور دین کا ستون ہے لہٰذا جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ہمارے امام ہو چکے تو ہم سب نے اپنے دنیا کے سردار ہونے کے لئے اس شخص کو پسند کرلیا جسکو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کی سرداری کے لئے پسند فرمایا تھا۔ پس بلا تکلف ہم سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کرلی۔

تعظیم اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تاکید: حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کی بھی غایت درجہ تعظیم و تکریم کرتے تھے اور اسی کی آپ وصیت فرما گئے۔ چنانچہ آپ کا قول ارقبوا محمدُ اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وا لہ وسلم فی اھل بیتہ۔ ایک جماعت نے روایت کیا ہے یعنی آنحضرت ﷺ کو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تلاش کرو۔ (ازالۃ الخفاء دوم ۶۸)

طریقت کی اصل: (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفائی قلب) ہمارے زمانے میں اسے طریقت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کشف المحجوب میں مذکور ہے کہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ توحید الٰہی میں بہترین کلمہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کا راستہ خلق کو بجز اس کے نہیں بتلایا کہ وہ اس کی حقیقت و کنہ دریافت کرنے سے عاجز رہے۔ اس کے بعد شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، طریقت درحقیقت طریقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ آپ امام اہل طریقت تھے۔ (ازالۃ الخفاء دوم ۴۲)

جمع قرآن پاک: زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد مجھے بلا بھیجا۔ جب میں گیا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، "عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآن پاک کے حافظ بہت شہید ہوئے اور مجھے خوف ہے کہ اگر چند مقامات میں حفاظ یونہی شہید ہوئے تو قرآن کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا اور میں مناسب جانتا ہوں کہ آپ قرآن مجید کے یکجا کرنے کا حکم دے دیں" میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تم اس کام کو کس طرح کرو گے جو رسول خدا ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا بخدا یہ خیر ہے اور وہ اس بارے میں مجھ سے برابر گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے میرے سینے کو اس کام کے لئے کشادہ کر دیا اور میری بھی اس معاملہ میں وہی رائے ہو گئی جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تم جوان عقل مند آدمی ہو اور ہم تمہیں متہم نہیں جانتے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی تم کاتب وحی رہے ہو، لہٰذا تم قرآن مجید کو تلاش کرو اور اس کو جمع کرو۔ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر وہ مجھے ایک پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کو کہتے تو یہ آسان تھا بہ نسبت قرآن کے جمع کرنے کے۔ میں نے کہا تم اس کام کو کیونکر کرو گے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہی بہتر ہے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر مجھ سے اس معاملہ میں سوال و جواب کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے میرے سینے کو اس کام کے لئے کشادہ کر دیا۔ جس کے لئے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سینہ کو پہلے سے کشادہ کر دیا تھا اور میں نے قرآن پاک کو خرمے کی شاخوں، سفید پتھروں اور حفاظ کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کیا (اس حدیث کو بخاری نے بیان کیا ہے)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سپاسِ عقیدت: حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے نبی ﷺ کو پایا ہے کہتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا تو ان پر ایک چادر اوڑھا دی گئی اور مدینہ رونے والوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اس حال میں کہ آپ ان للہ وان الیہ راجعون پڑھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ اس مکان کے دروازے پر جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رہتے تھے (پہنچ کر) ٹھہر گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم اطہر پر ایک چادر پڑی تھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

''آپ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے اور آپ ان کے مونس تھے اور آپ ان کے مرجع و معتمد تھے اور آپ ان کے رازدار و مشورہ دینے والے تھے۔ آپ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ خالص الایمان تھے اور سب سے زیادہ مضبوط یقین کے تھے اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھنے والے تھے اور سب سے زیادہ اللہ کے دین کے لئے نافع تھے اور رسول خدا ﷺ کی نگہداشت میں سب سے فائق تھے اور سب سے زیادہ اسلام پر شفقت کرنے والے تھے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے حق میں بہت بابرکت تھے اور سب سے زیادہ رسول خدا ﷺ کا حق رفاقت ادا کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ زیادہ مناقب میں اور سب سے افضل سوابق اسلامیہ میں اور سب سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ بارگاہ رسالت میں مقرب اور سب سے زیادہ روش و عادت مہربانی اور بزرگی میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور سب میں مرتبہ کے لحاظ سے اشرف تھے اور سب سے زیادہ رسول خدا ﷺ کے نزدیک باعزت تھے اور سب سے زیادہ آپ کے نزدیک قابل وثوق تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے اور اپنے رسول ﷺ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ (اے ابوبکر) آپ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق اس وقت کی تھی کہ جب تمام لوگ ان کی تکذیب کرتے تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا۔ چنانچہ فرمایا'' و الذی جآء بالصدق و صدق به ''(ترجمہ: اور وہ شخص جو سچ کو لایا اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی)، سچ کے لانے والے محمد ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اے ابوبکر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی اپنے جان و مال سے غمخواری اس وقت کی جب کہ اور لوگ مال سے بخل کرتے تھے، اور آپ نے حضرت کی رفاقت مصائب کے وقت کی جبکہ لوگ آپ کی اعانت سے بیٹھ رہے تھے، اور آپ نے سختی کے زمانہ میں ان کی صحبت اختیار کی۔ آپ صحابہ میں سب سے مکرم، مصدوق، ثانی اثنین اور غار میں رسول اللہ ﷺ کے وہ ساتھی تھے جن پر خدا کی طرف سے سکینہ اور وقار اتارا گیا، اور آپ ہجرت میں رسول اللہ ﷺ کے رفیق اور خدا کے دین میں اور امت میں ان کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرائض خلافت کو خوب ادا کیا اور اس وقت آپ نے وہ کام کیا جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہ کیا تھا۔ آپ مستعد رہے جبکہ آپ کے ساتھی سستی ظاہر کرتے تھے، اور آپ میدان میں آ گئے جبکہ وہ چھپ کر رہنا چاہتے تھے، اور آپ قوی رہے جبکہ وہ ضعف ظاہر کرنے لگے، اور آپ نے طریقۂ رسول ﷺ کو مضبوط پکڑا جبکہ وہ لوگ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے تھے۔ آپ کی خلافت منافقوں کی ذلت، کافروں کی ہلاکت، حاسدوں کی ناگواری، باغیوں کی ناخوشی کا سبب تھی اور آپ اس وقت امر حق کے اجرا میں قائم ہوئے ہیں جبکہ اور لوگوں نے ہمتیں پست کر دی تھیں اور آپ ثابت قدم رہے جبکہ اور لوگوں میں تردد پیدا ہوا۔ اور آپ نورِ الٰہی کے ساتھ خطرناک راستوں سے گزر گئے جبکہ اور لوگ ٹھہر گئے اور پھر آپ کو راہ پر دیکھ کر سب نے آپ کی پیروی کی اور سب نے راہ پائی۔ اور آپ آواز میں سب سے پست تھے، کسی کو سختی و درشتی سے جھڑکتے نہ تھے اور فوقیت مراتب میں سب سے برتر تھے اور آپ کلام کرنے میں سب سے بہتر تھے، اور آپ کی گفتگو سب کی گفتگو سے زیادہ ٹھیک ہوتی تھی اور آپ کی خاموشی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور آپ کا قول سب سے بلیغ ہوتا تھا اور آپ کا دل سب سے زیادہ شجاع تھا اور سب سے زیادہ دینی و دنیوی امور کے پہچاننے والے تھے اور عمل کے لحاظ سے سب سے اشرف تھے۔

اے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ! خدا کی قسم آپ دین کے سردار تھے، ابتداء میں بھی جب کہ لوگ دین سے بھاگے تھے اور آخر میں بھی جب

کہ لوگ دین کی جانب متوجہ ہوئے۔ آپ مسلمانوں کے مہربان باپ تھے یہاں تک کہ سب مسلمان آپ کے لئے اولاد کی مانند ہو گئے، اور جس بار کے اٹھانے سے وہ ضعیف تھے وہ بار آپ نے اپنے سر پر اٹھالیا، اور جو امور ان سے فروگذاشت ہوئے تھے آپ نے ان کی نگہداشت کی، اور جس کو انہوں نے ضائع کیا آپ نے اس کی حفاظت کی اور جس بات سے وہ جاہل رہے آپ نے اسے جان لیا اور جس وقت وہ اجرائے امور دین میں سست ہوئے تو آپ ان کاموں میں کمر باندھ کر مستعد ہو گئے اور جب وہ لوگ گھبرائے تو آپ نے صبر و استقلال سے کام لیا۔ پس انکے مطالب کے قصور کو معلوم کر لیا اور وہ سب آپ کی رائے سے مقاصد کی طرف راہ یاب ہوئے تو انہوں نے اپنی مراد کو پالیا، اور آپ کے سبب سے ان بلند مدارج کو پہنچے کہ جس کا انہیں گمان ہی نہ تھا۔

اے بوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آپ کافروں پر تو عذاب آسمانی اور غضب الٰہی کی آگ تھے اور ایمانداروں کے لئے خدا کی رحمت اور انس اور ایک مضبوط قلعہ تھے۔ پس ان محامد و کمالات کے سبب آپ اس خلافت کے دریا میں داخل ہوئے اور انتہا تک پہنچ گئے اور اس کے فضائل حاصل کر لئے اور اس کے سوابق پائے اور باوجودیکہ یہ کام مشکل تھا مگر آپ کی حجت نے کمی نہ کی اور آپ کی بصیرت ضعیف نہ ہوئی اور آپ کے دل نے بزدلی نہ کی اور آپ کا قلب نہ گھبرایا اور آپ خلافت میں آ کر حیران نہیں ہوئے۔ آپ مثل پہاڑ کے تھے کہ جسے بادل کا گرجنا اور تیز آندھیاں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں۔ اور اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! درحقیقت آپ موافقِ ارشادِ رسول اللہ ﷺ کے اپنی رفاقت اور مال سے سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ پر احسان کرنے والے تھے، اور نیز حسبِ ارشادِ نبوی (ﷺ) آپ اپنے بدن میں ضعیف تھے مگر اللہ کے کام میں قوی تھے، منکسر النفس تھے مگر اللہ کے نزدیک باعظمت تھے۔ لوگوں کی نظروں میں جلیل القدر تھے، ان کے دلوں میں بزرگ تھے، کسی شخص کو آپ پر موقع نہ ملتا اور نہ کوئی گرفت کرنے والا آپ میں عیب نکال سکتا تھا اور نہ کوئی آپ سے خلافِ حق کی طمع کر سکتا تھا اور نہ کسی کی آپ کے ہاں ناجائز رعایت تھی۔ جو ضعیف و ذلیل تھا وہ آپ کے نزدیک قوی غالب تھا، یہاں تک کہ آپ اس کا حق دلا دیتے تھے اور قوی ظالم آپ کے نزدیک ذلیل تھا، یہاں تک کہ آپ اس سے

حقدار کو حق کا حق لے لیتے تھے۔ اس بارہ میں قریب و بعید آپ کے نزدیک یکساں تھے۔ سب سے زیادہ مقرب آپ کے ہاں وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کا بڑا مطیع اور اس سے بڑا ڈرنے والا تھا۔ آپ کی شان حق کام کرنا، سچ بولنا اور نرمی کرنا تھا۔ آپ کی بات لوگوں کے حکم اور قطعی حکم تھی اور آپ کا کام سراسر علم و ہوشیاری تھا۔ آپکی رائے علم اور عزم مصمم تھی۔

آپ نے جب ہم سے مفارقت کی تو ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ راہ صاف تھی اور دشواریاں آسان ہو گئی تھیں اور ظلم و تعدی کی آگ بجھ گئی تھی، اور آپ کی ذات سے ایمان قوی ہو گیا تھا اور اسلام اور مسلمان ثابت قدم ہو گئے تھے اور خدا کا حکم ظاہر ہو گیا تھا اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرا۔

پس خدا کی قسم اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ اوصافِ حسنہ میں سب سے بڑھ گئے اور بہت دور پہنچے اور آپ نے اپنے بعد کے لوگوں کو سخت تعب و تکلیف میں ڈالا کیونکہ امورِ خلافت میں آپ کی جیسی کوئی شخص کوشش نہیں کر سکتا اور واضح طور پر خیر تک پہنچے۔ اب آپ نے اپنی وفات کے صدمے سے سب کو رونے اور غم کرنے میں مبتلا کر دیا۔ آپ کی مصیبت وفات آسمان اور بڑی باعظمت ہے اور آپ کے فراق کی مصیبت نے لوگوں کو شکستہ دل اور ویران خاطر کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہم اللہ سے اس کے حکم پر راضی ہوئے اور اس کا کام اسی کے سپرد کیا۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے بعد کبھی مسلمان آپ جیسے شخص کی وفات کی مصیبت نہ اٹھائیں گے۔ آپ دین کی عزت اور دین کی حفاظت اور دین کی پناہ تھے، اور مسلمان مرجع و ماویٰ اور ان کے فریادرس تھے اور منافقوں پر سخت اور ان کے غصہ کا سبب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نبی ﷺ سے ملا دے، اور ہمیں آپ کے غم میں صبر کرنے کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ اس تقریر کے وقت خاموش رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تقریر ختم کی تو پھر سب روئے، یہاں تک کہ رونے کی آواز بلند ہوئی۔ پھر سب نے کہا اے دامادِ رسول ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔ (ازالۃ الخفاء اول ۱۵۹ تا ۱۶۱)

پانی پینے کے آداب

......﴿محمد الیاس عادل﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ پاک چیزوں کو قبول فرماتا ہے اور اس نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اچھے عمل کرو''

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے،

''اے مومنو! ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ''

پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیاری غذاؤں میں حلال اور طیب چیزوں کو پسند فرمایا ہے اور ہمیشہ ان غذاؤں کو تناول فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں حلال قرار دی ہیں۔ احادیث مبارکہ میں یہ تذکرہ بھی ملتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام جانوروں اور پرندوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ ﷺ نے گھریلو گدھوں، خچروں، درندوں اور پنجہ سے شکار کرنے والے پرندے کے گوشت کو خیبر کے دن حرام قرار دیا۔''

مچھلی کو کھانے کے بارے میں ایک حکم ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دریا نے جس مچھلی کو باہر پھینک دیا اسے کھاؤ اور جو پانی میں مر کر تیرنے لگے اسے نہ کھاؤ'' احادیث مبارکہ میں ملتا ہے نبی کریم ﷺ نے نیل گائے کے گوشت کو بھی دیکھا اور اسے خوشی سے قبول فرمایا۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''انہوں نے نیل گائے کو دیکھا تو شکار کیا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس کے گوشت کا کچھ ہے؟ عرض کیا ہاں، اس کی ران ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو قبول فرمایا اور تناول کیا''۔ شکاری کتے اور باز کے کئے ہوئے شکار کے متعلق بھی احادیث مبارکہ میں ہمیں واضح احکام ملتے ہیں ابوداؤد اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عدن بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کتے اور باز کو تم نے سکھایا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس کو شکار پر چھوڑو تو جس جانور کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھے (اور خود نہ کھائے) تو اس کو تم کھالو، میں نے عرض کیا اگر چہ وہ شکار کو مار ڈالے۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا جب شکار کو مار ڈالے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے تو شکار کو اس نے تیرے لئے پکڑ رکھا ہے''

پوری دنیائے انسانیت کے لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی مبارکہ ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ زندگی کے معمولات میں کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کے بارے میں راہنمائی حضور نبی کریم ﷺ کی ذات عالیہ سے نہ ملتی ہو۔ احادیث مبارکہ میں کھانے پینے کے آداب کا

بیان بھی ملتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ کے مطابق کھانے پینے کے جو آداب احادیث مبارکہ میں مذکور ہوئے ہیں ان پر عمل پیرا ہو کر انسان ثواب کے ساتھ ساتھ بے شمار طبی فوائد بھی حاصل کرسکتا ہے اور اپنی صحت کو بھی بہتر بنا سکتا ہے۔

پانی پینے کا سنت طریقہ: ہر انسان دن میں کئی مرتبہ پانی پیتا ہے۔ چونکہ پیاس لگنے کی سورت میں ہم نے پانی تو بہر حال پینا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے اگر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے پانی پیا جائے اور اس بارے میں جو آداب بیان فرمائے گئے ہیں ان کے مطابق اپنی پیاس بجھائی جائے تو ہمیں مفت میں ثواب اور بے شمار طبی فوائد حاصل ہوں گے۔

پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا: دنیا کے ہر اچھے کام کی ابتداء کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک لینے کا حکم ہمیں دین اسلام نے سکھایا ہے۔ چنانچہ کھانے کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ جو کھانا کھایا جائے، بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

''ایک سانس میں پانی نہ پیو جیسے اونٹ پیتا ہے بلکہ دو دو تین تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو بسم اللہ کہہ لو اور جب برتن سے منہ ہٹاؤ تو الحمد للہ کہو۔'' (ترمذی)

اسلام ہمیں بھلائی کا درس دیتا ہے اس میں تنگ نظری نہیں بلکہ آسائش پائی جاتی ہے۔ انسان کسی بھی امر میں بھوک چوک کرسکتا ہے جس کے لئے فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ جب کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔ چنانچہ ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اور کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول جائے، اس کو چاہئے کہ درمیان ہی میں یہ دعا پڑھ لے۔ 'بسم اللہ اولہ و اخرہ'۔''

پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لینا: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پانی پیتے میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ امام مسلم کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لئے مفید و خوشگوار ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

کھڑے ہو کر پینا: حضور ﷺ نے کھانے اور پینے کے جو اصول مرتب فرمادئے ہیں ان پر عمل کر کے انسان ثواب کے ساتھ ساتھ بے شمار طبی فوائد بھی حاصل کرسکتا ہے۔ جدید طب کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ عام پانی کھڑے ہو کر پینے سے انسانی صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں جبکہ حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے ممانعت کا حکم آج سے چودہ سو سال قبل فرمادیا ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پئے اور جو بھول کر ایسا کر گزرے تو قے کردے''۔ مسلم شریف)

ایک اور حدیث پاک میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔'' (بخاری و مسلم)

دونوں ہاتھوں میں پانی پینا: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''ہاتھوں کو دھوؤ اور ان میں پانی پیو کہ ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی برتن نہیں'' (مسلم، ترمذی)

ایک اور حدیث پاک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پیٹ کے بل، جھک کر، پانی میں منہ ڈال کر پینے سے منع فرمایا اور نہ ایک ہاتھ سے چلو لے کر پیئے جیسے وہ لوگ پیتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور رات میں جب کسی برتن میں پانی پیئے تو اسے ہلالے لیکن اگر وہ برتن ڈھکا ہوا ہو تو ہلانے کی ضرورت نہیں اور جو شخص برتن سے پینے پر قادر ہے اور تواضع کے طور پر ہاتھ سے پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے جتنی اس کے ہاتھ میں انگلیاں ہیں۔ ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برتن تھا کہ انہوں نے اپنا پیالہ بھی پھینک دیا اور یہ کہا کہ یہ بھی دنیا کی چیز ہے۔ ابن ماجہ)

پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پینے کی چیزیں پھونک مارنے سے منع فرمایا ایک شخص نے عرض کیا کہ برتن میں کبھی کوڑا (تنکا وغیرہ) دکھائی دیتا ہے ارشاد فرمایا اسے گرادو اس نے عرض کیا کہ ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا ہوں ارشاد فرمایا کہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لو۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پیالے میں جو جگہ ٹوٹی ہوئی ہے وہاں سے پینے کی اور پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

پلانے والا آخر میں پیئے: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ساقی (جو لوگوں کو پانی پلا رہا ہو) وہ سب سے آخر میں پیئے گا'' (مسلم و رومذی)

پانی چوس کر پینا: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''پانی کو چوس کر پیو کہ یہ خوشگوار اور زود ہضم ہے اور بیماری سے بچاؤ ہے۔'' (دیلمی)

سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ اتارتا ہے'' (مسلم شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''حریر اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیؤ اور نہ ان کے برتنوں میں کھانا کھاؤ کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لئے ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

مشکیزہ سے منہ لگا کر نہ پیو: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مشک کا دھانہ موڑ کر (یعنی مشکیزہ سے منہ لگا کر) پانی پینے سے منع فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مشک سے منہ لگا کر پینے کی ممانعت کے بعد ایک شخص رات کو پانی پینے کے لئے اٹھا، مشک کا منہ کھولا، تو اس میں سے سانپ نکلا۔ (ابن ماجہ)

آبِ زمزم پینے کا طریقہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں میں آبِ زمزم کا ایک ڈول حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔'' (بخاری و مسلم)

......☆☆☆......

تمام صحابیات میں سے سب سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے والی اور
تمام ازواج مطہرات میں سے سب سے آخر میں انتقال فرمانے والی

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

﴿ام ابراہیم نسرین نصر اللہ آسویہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کا نام ''ہند'' اور کنیت ''ام سلمہ'' ہے لیکن یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ان کے والد کا نام ''حذیفہ'' یا ''سہیل'' ہے۔یہ پہلے ابوسلمہ عبداللہ بن اسد کے نکاح میں تھیں اور یہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہو کر پہلے ''حبشہ'' ہجرت کر گئے تھے پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ ابوسلمہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور بی بی ام سلمہ کو اونٹ پر سوار کرایا اور وہ اپنے دودھ پیتے بچے کو گود میں لے کر اونٹ پر بیٹھ گئیں تو ایک دم ام سلمہ کے میکہ والے بنومغیرہ دوڑ پڑے ان لوگوں نے یہ کہہ کر کہ ہمارے خاندان کی لڑکی مدینہ میں نہیں جا سکتی۔ام سلمہ کو اونٹ سے اتار ڈالا یہ دیکھ کر حضرت ابوسلمہ کے خاندان والوں کو طیش آ گیا اور ان لوگوں نے حضرت ام سلمہ کی گود سے بچے کو چھین لیا اور کہا کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے۔اس لئے ہم بچہ کو ہرگز ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے اس طرح بیوی اور بچہ دونوں حضرت ابوسلمہ سے جدا ہو گئے۔مگر حضرت ابوسلمہ نے ہجرت کا ارادہ نہیں چھوڑا بلکہ بیوی بچہ دونوں خدا کے سپرد کر کے تنہا مدینہ منورہ چلے گئے۔حضرت ام سلمہ شوہر اور بچے کی جدائی میں دن رات رویا کرتی تھیں۔ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے ایک چچازاد بھائی کو رحم آ گیا اور اس نے بنومغیرہ کو سمجھایا کہ آخر اس غریب عورت کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟ کیا تم لوگ یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ وہ ایک پتھر کی چٹان پر ایک ہفتہ سے اکیلی بیٹھی ہوئی بچے اور شوہر کی جدائی میں رویا کرتی ہے۔آخر بنومغیرہ کے لوگ اس پر رضامند ہو گئے کہ حضرت ام سلمہ اپنے بچے کو لیکر اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔پھر حضرت ابوسلمہ کے خاندان والوں نے بھی بچہ حضرت ام سلمہ کے سپرد کر دیا۔اور حضرت ام سلمہ بچے کو گود میں لے کر ہجرت کے ارادہ سے اونٹ پر سوار ہو گئیں مگر جب مقام ''تنعیم'' (مسجد عائشہ) میں پہنچیں تو عثمان بن طلحہ رستہ میں ملے جو مکہ کے مانے ہوئے ایک نہایت ہی شریف آدمی تھے انہوں نے پوچھا کہ حضرت ام سلمہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے شوہر کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔اس نے کہا کیا تمہارے ساتھ کوئی دوسرا نہیں؟ حضرت ام سلمہ نے دردبھری آواز میں کہا کہ میرے ساتھ میرے اللہ اور میرے بچہ کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔یہ سن کر عثمان بن طلحہ کو شریفانہ جذبہ آ گیا۔اور اس نے کہا خدا کی قسم میرے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ تمہارے جیسی ایک شریف زادی اور ایک شریف انسان کی بیوی کو تنہا چھوڑ دوں یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لے لی اور پیدل چلنے لگا۔حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے عثمان بن طلحہ سے زیادہ شریف کسی عرب کو نہیں پایا جب ہم کسی منزل پر اترتے تو وہ الگ جا کر کسی درخت کے نیچے سو رہتا اور میں اپنے اونٹ پر سو رہتی پھر چلنے کے وقت وہ اونٹ کی مہار ہاتھ میں لے کر پیدل چلنے لگتا اسی طرح اس نے مجھے ''قباء'' تک پہنچا دیا۔اور یہ کہہ کر واپس مکہ چلا گیا اب تم چلے جاؤ تمہارا شوہر اُسی شہر میں ہے چنانچہ حضرت ام سلمہ بخیریت مدینہ پہنچ گئیں (زرقانی ج ۳ ص ۲۳۲) پھر دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ میں رہنے لگے اور مدینہ میں ہی ان کے ہاں عمر، درہ اور زینب پیدا ہوئے اور ۸ جمادی الاخرہ ۴ ہجری میں حضرت ابوسلمہ وفات پا گئے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے دراں حالیکہ ان کی

آنکھیں پتھرا گئی تھیں آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں' ان کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے لئے صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ ملائکہ تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں پھر آپ ﷺ نے دعا کی: اللهم اغفر لابی سلمة اے اللہ ابوسلمہ کی مغفرت کر دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما اور اس کے بعد باقی رہنے والوں کی نگہبانی فرما اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما' اے رب العالمین! اور اس کی قبر میں وسعت فرما اور اس کی قبر کو روشن کر۔ (مسلم حدیث رقم ۹۲۰)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو میں نے کہا کہ پردیس میں ایک مسافر فوت ہو گیا ہے میں اس کے لئے اتنا روؤں گی کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو گا میں نے اس پر رونے کی تیاری کی اور مدینہ کے بالائی علاقہ سے میرا ساتھ دینے کے لئے ایک عورت گئی اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اس گھر میں پھر شیطان داخل ہو حالانکہ اللہ تعالی اس کو دوبار یہاں نکال چکا ہے پس میں رک گئی اور نہیں روئی۔ (مسلم: ۹۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ دفن سے قبل بھی میت کے لئے دعا کرنا سنت ہے بعض لوگ دفن سے قبل دعا کرنے سے روکتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میت پر نوحہ کر کے رونا شیطانی کام ہے ہاں فقط آنکھوں سے رونا اور دل کا غمگین ہونا جائز بلکہ سنت اور باعث رحمت ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾ اور اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد میرے لئے خیر مقدر کر دے" کہتا ہے تو اللہ تعالی اس کے بعد خیر مقدر کر دیتا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب حضرت ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں حضرت ابوسلمہ سے بہتر کون ہو گا جس گھر نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی پھر بہر حال میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالی نے ان کے بعد میرے لئے رسول اللہ ﷺ کو مقرر کر دیا۔ یعنی صبر کرنے کا اجر مجھے یہ ملا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح فرما لیا اور مجھے تمام مومنوں کی ماں بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔ (مسلم حدیث ۹۱۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تدبیر سے مشکل حل ہوگئی: جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا چکا تھا تو حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اب اٹھو قربانیاں کرو اور سر منڈا دو۔ چونکہ صحابہ کرام کو بے نیل و مرام واپسی سے رنج و ملال تھا۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں تامل کیا۔ حضور ﷺ خفا ہو کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور امتثال امر میں توقف کی شکایت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ان کو معذور رکھیں۔ ان پر ایک امر عظیم گذرا ہے ان کا خیال تو فتح مکہ کا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ وہ مکہ میں عمرہ بجا لائیں گے باوجود فقدان مطلوب آپ نے قریش سے صلح کر لی اور ان کی نہ سنی۔ اگر خاطر اشرف اس پر ہے کہ وہ نحر و حلق کریں تو آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ اور خود نحر و حلق فرمائیں یہ دیکھ کر ان کو بجز اتباع کے چارہ نہ ہو گا چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی تدبیر سے وہ مشکل ہو گئی اور یہ ان کی دانش مندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے۔

کربلا کی سرخ مٹی: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں رسول اللہ کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جناب جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یا محمد ﷺ آپ کے بعد وصال کے بعد آپ کی امت آپ کے بیٹے کو شہید کر دے گی اور حضرت امام حسین کی طرف اشارہ کیا تو نبی پاک ﷺ نے امام حسین کو سینے سے لگا لیا اور چوما پھر فرمایا اے ام سلمہ یہ کربلا کی مٹی تیرے پاس امانت ہے جب یہ مٹی خون بن جائیگی تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید ہو گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مٹی کو شیشی میں رکھ لیا اور روزانہ دیکھتی رہتی اور فرماتی تھیں کہ جس دن یہ مٹی خون بن جائے گی وہ دن بڑا عظیم دن ہو گا۔ (طبرانی کبیر ۲۸۱۷ مجمع الزوائد ۹/۱۸۹)

تمام ازواج میں سے صرف آپ کو مٹی عطا فرمانے میں کیا حکمت تھی اس لئے کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ جب یہ واقع رونما ہو گا اس وقت سوائے ام سلمہ کے کوئی زوجہ زندہ نہیں ہو گی۔

حضرت ابورافع کی زوجہ حضرت سلمہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی وہ رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے آپ ﷺ کا سر اور داڑھی مبارک غبار آلود ہیں میں عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا یہ حال کیسا ہے؟ فرمایا: میں ابھی قتل حسین کے موقع پر حاضر تھا۔ (ترمذی ۳۷۷۱ مشکوۃ ۶۱۶۶)

اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں وہ جو کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں تو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ آپ ﷺ کہیں تشریف لے جائیں مدینہ آپ سے خالی نہیں ہوتا جیسے نور نظر آسمان کی سیر کرے مگر آنکھ میں بھی رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ بڑھا کر جنت کا خوشہ پکڑ لیا۔ مگر حضور رہے مدینہ میں۔

وفات: مدینہ منورہ میں ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی ان کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی کا قول ہے کہ شوال ۵۹ ھ میں انتقال فرمایا۔ بقول ابن حبان امام حسین کی شہادت کی خبر آنے کے بعد آخر ۶۱ ھ میں وفات پائی۔ مگر صحیح مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس لشکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ جو ۶۳ ھ میں تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔

سبق: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی صبر و استقامت، جذبہ ایمانی، جوش اسلامی، زاہدانہ زندگی، علم و عمل، محنت و جفاکشی اور عقل و فہم کا شاہکار ہے۔ جس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ ان کے کارناموں اور بہادری کی داستانوں کو تاریخ اسلام کے اوراق میں پڑھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ اے آسمان بول! اے زمین بتا! کیا تم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیسی شیر دل اور پیکر صبر و رضا عورت کو ان سے پہلے کبھی دیکھا ہے۔

ماں بہنو! تم پیارے نبی ﷺ کی پیاری بیبیوں کی زندگی سے سبق حاصل کرو اور خدا کے لئے سوچو کہ وہ کیا تھیں؟ تم بھی مسلمان عورت ہو، خدا کے لئے کچھ تو ان کی زندگی کی جھلک دکھاؤ۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کی تعداد اور نام بتایئے؟

جواب: آپ ﷺ ازواج کی تعداد گیارہ ہے۔ اور حروف تہجی کے لحاظ سے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وصال: کے متعلق تین اقوال: ۵۹، ۶۱، ۶۳ ھ

(۲) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا وصال ۴۴ ھ

(۳) حضرت جویریہ بنت حارث خزاعیہ رضی اللہ عنہا (وفات ربیع الاول ۵۰ ھ)

(۴) حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا وصال شعبان ۴۵ ھ

(۵) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا وصال ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں فوت ہوئیں اعلان نبوت کے دسویں سال

(۶) حضرت زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا وصال: ۳ھ

(۷) حضرت زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا وصال: ۲۰ ھ

(۸) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا وصال: ان کی وفات کے متعلق بھی تین قول ہیں ۲۳، ۵۴، ۵۵ ھ

(۹) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب اسرائیلیہ رضی اللہ عنہا وصال: ۵۰ ھ

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وصال ۵۷ ھ

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا وصال: ۵۱ھ

تمام عورتوں کو یہ نام مبارک زبانی یاد کرنا چاہئے۔

میری آواز

استحقاق سے استثناء اور بریّت تک......!

سوئس کیسیز پر عمل درآمد اور حکومتی گریز پائی

سیکرٹری قانون کا استعفیٰ، حکومت کیلئے اِک اور دھچکا...!

تحریر:۔ محمد احمد ترازی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لو جناب..... بالآخر وفاقی سیکرٹری قانون جسٹس (ر) عاقل مرزا نے بھی اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا، گو کہ انہوں نے اپنی خرابی صحت کو وجہ استعفیٰ بتایا ہے، تاہم ذرائع کہتے ہیں وزارت قانون سے اُن کے اختلافات چل رہے تھے اور انہیں این آر او کے فیصلے پر عملدرآمد کے حوالے سے حکومتی موقف سے اختلاف تھا، جس کے باعث انہوں نے سپریم کورٹ کے موڈ کو دیکھتے ہوئے شرمندگی سے بچنے کیلئے استعفیٰ دینا مناسب سمجھا، واضح رہے کہ جسٹس (ر) عاقل مرزا دوسرے سیکریٹری قانون ہیں، جنھوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دیا ہے، انہیں 23 دسمبر 2009ء کو وفاقی سیکریٹری قانون تعینات کیا گیا تھا، اُن سے قبل جسٹس (ر) ریاض کیانی بھی اپنے سے عہدے ہٹائے جا چکے ہیں، جبکہ این آر او پر فیصلہ آنے کے بعد حکومت سے اختلافات کے باعث سابق اٹارنی جنرل انور منصور خان (جنھوں نے وزیر قانون بابر اعوان کو سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا تھا) اور وزارت قانون کے جوائنٹ سیکرٹری اکبر خان اچکزئی بھی اپنے عہدوں سے مستعفی ہو چکے ہیں، اِس طرح موجودہ حکومت کے دور اقتدار میں اب تک 2 وفاقی سیکرٹری برائے قانون اور 3 اٹارنی جنرل اپنے عہدوں سے مستعفی ہو چکے ہیں، جبکہ این آر او سے متعلق سپریم کورٹ کے فیصلے کے روشنی میں چیئرمین نیب نوید احسن اور پراسیکیوٹر جنرل ڈاکٹر دانشور ملک کو بھی اُن کے عہدوں سے ہٹا دیا گیا تھا۔

جمعرات کے روز نئے اٹارنی جنرل مولوی انوار الحق نے مستعفی ہونے والے سیکریٹری قانون عاقل مرزا کی جانب این آر او پر عمل درآمد کے حوالے سے حکومتی مؤقف پیش کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ کو بتایا تھا کہ این آر او پر عدالتی فیصلہ آنے کے بعد سوئس مقدمات دوبارہ شروع کرنے کے حوالے سے حکومت نے سوئس حکام کو خط نہیں لکھا، عدالت میں پیش کیے گئے اِس تحریری جواب میں کہا گیا تھا کہ چونکہ آصف علی زرداری کے خلاف مقدمات ختم ہو چکے ہیں، لہٰذا اِن مقدمات کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے خط و کتابت کا کوئی جواز نہیں ہے، سپریم کورٹ نے اِس بیان پر قومی احتساب بیورو کے چیئرمین اور سبکدوش ہونے والے سیکرٹری قانون عاقل مرزا کو 13 مئی کو عدالت میں طلب کیا تھا، لیکن وفاقی سیکرٹری قانون نے اِس سے قبل ہی استعفیٰ دے کر ثابت کر دیا کہ وہ سپریم کورٹ کے سامنے بدعنوانوں کا زیادہ دیر دفاع کرنے کے قابل نہیں تھے۔

قارئن محترم آپ کو یاد ہوگا کہ 16 دسمبر 2009ء کو سپریم کورٹ نے این آر او کے متنازعہ قانون کے خاتمے اور اس قانون کے تحت تمام مقدمات کی بحالی کا حکم دیتے ہوئے حکومت کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ وہ سوئس عدالت میں مقدمات کی بحالی کے لیے دوبارہ خط لکھے، عدالت عظمیٰ نے سابق اٹارنی جنرل جسٹس (ر) ملک قیوم کو بھی سخت سرزنش کرتے ہوئے اُن کے خلاف کارروائی کی ہدایت کی تھی، جنہوں نے سوئس عدالتوں میں آصف زرداری کے خلاف بدعنوانی کے مقدمات ختم کرنے کے لیے خط لکھا تھا، لیکن حکومت کی جانب سے بار بار یقین دہانیوں کے باوجود عدالت عظمیٰ کے فیصلوں پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہوسکا، لہٰذا فیصلے پر عملدرآمد کی نگرانی کرنے کیلئے عدالت عظمیٰ نے جسٹس ناصر الملک کی سربراہی میں چار رکنی لارجر بنچ تشکیل دے رکھا ہے، یہاں یہ اَمر بھی قابل توجہ ہے کہ نیب دستاویزات کے مطابق آصف زرداری کے خلاف بیرون ملک ڈیڑھ ارب ڈالر کے اثاثوں اور پاکستان میں 22 ارب روپے کی بدعنوانی کے مقدمات قائم تھے، جو این آر او کے تحت ختم کردیے گئے تھے، واضح رہے کہ جس وقت یہ مقدمات قائم ہوئے تھے آصف زرداری اُس وقت صدر نہیں تھے، لیکن جب سپریم کورٹ نے این آر او کو غیر قانونی قرار دیا تھا، آصف زرداری صدر مملکت کے منصب پر فائز ہو چکے تھے، اِس لحاظ سے صدر کے استثنٰی کا سوال اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے، جبکہ صدر مملکت آصف زرداری کے خلاف بدعنوانیوں کے مقدمات کی بحالی کے سلسلے میں حکومت کا مسلسل یہ موقف تھا کہ صدر کو عدالت میں پیشی اور مقدمہ چلائے جانے سے استثنٰی حاصل ہے، لیکن اب حکومت نے واضح طور پر یہ موقف اختیار کرلیا ہے کہ سوئس عدالتوں میں آصف زرداری کے خلاف ختم شدہ مقدمات کو دوبارہ کھولے جانے کیلئے کسی قسم کی خط و کتابت کی ضرورت نہیں ہے، لیکن گذشتہ جمعرات کے روز اٹارنی جنرل نے جس انداز سے سابق سیکریٹری قانون کا تحریری بیان عدالت میں پیش کیا، اُس کے بعد اداروں کے تصادم اور توہین عدالت کی کارروائی کے امکانات بھی پیدا ہوگئے ہیں اور یہ سوال مزید ابھر کر سامنے آگیا ہے کہ صدر آصف زرداری کو استثنٰی حاصل ہے کہ نہیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد میں تاخیری حربے اختیار کرنے اور بعد ازاں عدالتی حکم کو ماننے سے انکار کر کے حکومت ایک ایسے راستے پر چل پڑی ہے جس کا اختتام اندھی کھائی پر ہوتا ہے، پاکستان کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ جب کسی حکومت نے سپریم کورٹ سے تصادم کی راہ اختیار کی تو انجام کار وہ حکومت ہی ختم ہوگئی، اِس تناظر میں دیکھا جائے تو موجودہ حکومت نے صحرا کی تپتی ہوئی ریت پر چلنے اور جانتے بوجھتے انگاروں سے کھیلنا شروع کردیا ہے، محسوس یہ ہوتا ہے کہ صدر آصف علی زرداری جن مشیروں کے رحم و کرم پر ہیں انہوں نے ہی صدر کو عدلیہ کے ساتھ تصادم کی راہ دکھائی ہے، یوں لگتا ہے کہ یہ مشیر اپنے آپ کو شاہ سے زیادہ شاہ کا وفادار ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا پھر کسی ایسی قوت کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں جو صدر زرداری کو ایوان صدر سے باہر دیکھنا چاہتی ہے، دنیا بھر کے مہذب معاشروں کا اصول و قاعدہ یہ ہے کہ جب بھی کسی حکومتی ذمہ دار پر کوئی الزام لگتا ہے، اِس سے قطع نظر کہ وہ الزام سچا ہے یا جھوٹا، اُس شخص کیلئے لازم ہوتا ہے کہ اگر وہ بے گناہ ہے تو خود کو اُس ملک اور معاشرے میں رائج طریقہ کار کے مطابق بے گناہ ثابت کرے، محترم صدر آصف علی زرداری کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ ہے، سوئس اکاؤنٹس میں اُن کے نام سے منسوب رقم کے حوالے سے پوری قوم اور عدلیہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ وہ کس طریقے سے حاصل کی گئی یا کمائی گئی ہے تو اُس کو عدالت اور قوم کے سامنے لانے میں کیا حرج ہے، لیکن جب صدر اور اُن کے رفقاء سوئس کیسز کو نہ کھولنے اور صدارتی استثناء کی بات کرتے ہیں تو ہر کس و ناکس کے ذہن میں یہ شک گزرتا ہے کہ شائد وہ دولت ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو صدر صاحب

یہ بات عدالت کے روبرو کیوں ثابت نہیں کر دیتے کہ سوئس اکاؤنٹ میں موجود رقم اُن کی جائز کمائی سے حاصل کی گئی ہے، لیکن اگر اس کے برخلاف سوئس کیسز کے حوالے سے حکومت اور صدر کی گریز پائی یونہی چلتی رہی تو سوئس اکاؤنٹس کے بارے میں لوگ یہی گمان کریں گے کہ اُن میں رکھی گئی رقم کرپشن اور ناجائز ذرائع سے حاصل کی گئی ہے۔

اس موقع پر سابق اٹارنی جنرل انور منصور خان کی جانب سے اٹھایا گیا یہ سوال بہت اہمیت کا حامل ہے کہ ''اگر سوئٹزرلینڈ کے اٹارنی جنرل یہ کہہ رہے ہیں کہ صدر آصف علی زرداری کو بین الاقوامی قوانین کے مطابق تحفظ حاصل ہے پھر بھی حکومت پاکستان کی جانب سے خط نہ لکھنے کی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے۔'' سابق اٹارنی جنرل کا یہ بھی کہنا ہے کہ کوئی بھی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہے، ملک کے ادارے تب تک مضبوط نہیں ہوں گے جب تک تمام ادارے اپنے اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام نہ کریں، عدالتی فیصلے پر عملدرآمد نہ کرنا نہ صرف توہین عدالت بلکہ عدالتی معاملات میں مداخلت بھی ہے، اگر سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل درآمد نہ کیا گیا تو عدالت خود عمل کرائے گی، جس سے شدید تصادم ہوگا، جبکہ سپریم کورٹ سے جھگڑا کرنے والا کبھی نہیں جیتا ہے، یہ درست ہے کہ پاکستانی آئین صدر پاکستان کو یہ استثنٰی دیتا ہے، لیکن ہماری اسلامی روایات اور تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب حاکم وقت پر کوئی الزام لگا تو وہ مدعا علیہ کے طور پر مدعی کے ساتھ عدالت کے روبرو پیش ہوئے، اس عمل سے نہ تو اُن کا استحقاق مجروح ہوا، نہ ہی انہوں کسی استثناء کا تقاضہ کیا اور نہ ہی یہ گوارا کیا کہ منصب قضاء پر موجود قاضی الزامات سے باعزت بریّت تک عزت واحترام سے پیش آئے اور اُن کی حمایت، ہمدردی اور طرفداری کا مظاہرہ کرے۔

اَمرِ واقعہ یہ ہے کہ اِس وقت عدلیہ جو عوامی تحریک کے نتیجے میں آزاد ہوئی ہے، اس بدقسمت قوم کی آخری اُمید اور سہارا ہے اور وہ عوامی و قومی مفادات اور ملکی سلامتی کے مسائل پر مسلسل نوٹس لے رہی ہے، دوسری طرف مہنگائی، بیروزگاری، بدامنی اور دہشت گردی کے ساتھ کرپشن اور حکومت کی بدترین طرزِ حکمرانی نے قومی بحران کی شدت میں اضافہ کر دیا ہے، ان حالات میں وفاقی حکومت آئین و قانون اور اصول و قواعد سے مسلسل انحراف کے باوجود نوشتہ دیوار کو پڑھنے کے بجائے چند افراد کے مفادات کے تحفظ کیلئے سیاسی نظام کو خطرے میں ڈال رہی ہے، اِس صورتحال میں جمہوریت کی بقاء اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا سیاسی نعرہ بھی کچھ کام آتا دکھائی نہیں دے رہا، گو کہ صدر یا وزیراعظم اور پیپلز پارٹی کی حکومت کے ترجمان مسلسل یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ عدالت عظمٰی میں اپنا قانونی موقف پیش کر رہے ہیں اور عدلیہ سے ٹکراؤ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، لیکن حکومت اور حکومتی ذمہ داران کا طرزِ عمل اِن کے بیانات کی تصدیق نہیں کر رہا ہے، حال یہ ہے کہ اب تو خود پیپلز پارٹی کے داخلی حلقوں میں بھی تنقید شروع ہو چکی ہے اور بغاوت کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں، اس کے باوجود عارضی طاقت و حکومت اور پس پردہ قوتوں کی پشت پناہی کے گھمنڈ میں مبتلا اربابِ اقتدار کو اصل زمینی حقیقت سمجھ نہیں آ رہی ہے اور وہ سیاسی حقیقت پسندی تحت فیصلے کرنے کے بجائے جان بوجھ کر محاذ آرائی کا ایسا راستہ اختیار کر رہے ہیں، جس کا انجام سوائے تباہی اور بربادی کے اور کچھ نہیں.....!

......☆☆......

Monthly **AL-HAQIQA** June 2010
Reg.No. C.P.L.169

یاربَّ العلمین جل جلالہٗ

یا رحمۃً للعلمین علیک الصلوٰۃ والسلام

تیرے میکدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

فیضانِ نظر

غوث الاغیاث قطب الاقطاب فرد الافراد

سید الایاد، سند الاسناد، واہب المراد شیخ یگانہ شاہکار لاثانی، قیوم زمانی، قندیلِ نورانی شہنشاہ ولایت

سیّد علی حسین شاہ صاحبؒ

عرس عظیم الشان

حضور مفکرِ اسلام

مبارک

مہبطِ تجلیاتِ توحید شارحِ اسرارِ تفرید وارث علوم حبیب کریم ﷺ پیکرِ وسعت تصرفات

شاہکار حضور نقش لاثانی پروفیسر محمد حسین آسی

2010

صبح 9 تا نماز ظہر 27 جون بروز اتوار

بمقام: چک نہالہ تحصیل شکر گڑھ

تلاوت حافظ غلام دستگیر

نعت خوان
بلبل چمنستان رسالت
حافظ عبدالرزاق
پورن

نقابت
جناب رفاقت علی
قاری محمد عدنان پٹھان

جید علمائے کرام ونعت خوان حضرات تشریف لا رہے ہیں

زیرِ سرپرستی و زیرِ صدارت

پیکرِ عزت حمیت عاشقِ رسول مردِ مومن
مردِ حق جناب صاحبزادہ
محمد عطاء الحق صاحب مدظلہ
زیبِ سجادہ حضور مفکرِ اسلام

خصوصی خطاب

جامع علوم شرقیہ وغربیہ
فخرِ ملت والدین
جناب صاحبزادہ سید شمس الدین بخاری

زیرِ انتظام **شیران اسلام پاکستان** / چک نہالہ